جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا

شیعہ کے ۲۲ سوالات کا
تحقیقی محاسبہ

از قلم

مناظرِ اسلام ترجمانِ مسلکِ رضا مبلغِ اہلِ سنت

حضرت علامہ ابو حذیفہ محمد کاشف اقبال مدنی رضوی

مدّ ظلّہُ العالی

کرمانوالہ بک شاپ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکتبہ اعلیٰ حضرت
دربار مارکیٹ لاہور
042-7247301=0300-8842540

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا

تحقیقی محاسبہ

شیعہ کے ۲۲ سوالات کا

مُصنّف

مناظرِ اسلام ترجمانِ مسلکِ رضا مبلغِ اہلِ سنّت

حضرت علامہ ابو حذیفہ محمد کاشف اقبال مدنی رضوی

مدّ ظلّہ العالی

کرمانوالہ بک شاپ

دوکان نمبر ۲، دربار مارکیٹ لاہور

Ph: 042 7249 515

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھمّ صلّ علیٰ مُحمّدٍ
وّعلیٰ آلِ مُحمّدٍ کما صلّیت
علیٰ ابراھیم وعلیٰ آلِ ابراھیم
انّک حمیدٌ مّجیدٌ ہ
اللّٰھُمّ بارک علیٰ مُحمّدٍ وّعلیٰ
آلِ مُحمّدٍ کما بارکت علیٰ
ابراھیم وعلیٰ آلِ ابراھیم
انّک حمیدٌ مّجیدٌ ہ

بفیضانِ کرم

حضرت سید السادات پیر محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف حضرت کرماں والے

آستانہ عالیہ
حضرت کرمانوالہ شریف
اوکاڑہ

شمیم باغ ولایت
حضرت سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

منظر بدر طریقت
حضرت سید محمد عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر سید صمصام شاہ بخاری مدظلہ العالی

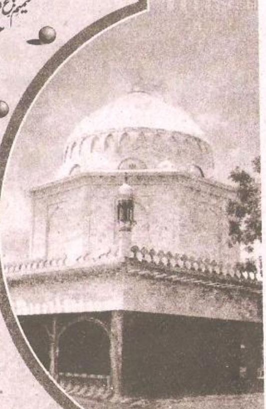

بفیضانِ نظر

حضرت پیر
سید میر طیب علی شاہ بخاری مدظلہ العالی
سجادہ نشین حضرت کرمانوالہ شریف

زیر سرپرستی
حاجی انعام اللہ طیبی نقشبندی برکاتی

زیر اہتمام
سمیع اللہ برکت
سیف اللہ برکت

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اشاعت نومبر 2007ء

قیمت 40 روپے

بسمِ اللہ الرحمٰن الرحیم ط

حق مذہب صرف اہلِ سُنّت و جماعت ہے۔ اس کے سوا تمام فرقے باطل عقائد و نظریات کے حامل ہیں مذہب اہلِ سُنّت سے وابستگی میں ہی ایمان کی سلامتی ہے اس پرفتن دور میں ایمان کے ڈاکو مختلف طریقوں سے ایمان کی دولت سے اہلِ اسلام کو مجروح کرنے کیلئے اپنی کوششوں کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ عوام الناس کے قلوب میں مختلف لایعنی سوالات سے تذبذب پیدا کرتے رہتے ہیں۔ بحمد اللہ علمائے اہلِ سُنّت نے ہر باطل فرقے کو منہ توڑ جواب دیا ہے، شیعہ کی تردید میں بھی علمائے اہلِ سُنّت نے بڑا تفصیلی کام کیا ہے۔ بالخصوص شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب آف لاہور نے تقریباً سترہ جلدوں پر مشتمل مذہب شیعہ مع دیگر کتب تحریر فرمائی ہیں۔ جو قابلِ مطالعہ ہیں۔

عزیز القدر محمد بلال سلمہ اللہ المولیٰ آف مکوآنہ نے شیعہ کے بائیس سوالات راقم کو ارسال کیے، کہ ہمارے علاقہ میں شیعہ اس پر بڑا شور ڈال رہے ہیں کہ ان سوالات کے جوابات کوئی نہیں دے سکتا۔ عزیزم نے خواہش ظاہر کی، کہ آپ ان کے منہ توڑ جوابات تحریر کریں۔ سو راقم الحروف نے دیگر تصنیفی مصروفیات کے باوجود اختصار کے ساتھ ان سوالات کے جوابات لکھ دیئے ہیں اور اس کا نام تحقیقی محاسبہ رکھ کر افادۂ عام کیلئے رسالہ کی شکل میں شائع کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ راقم نے کچھ عرصہ قبل سیدنا امیر معاویہ پر بعض اعتراضات کے جوابات تحریر کیے تھے۔ یہ سوالنامہ سرگودھا کے کسی صاحب نے ارسال کیا تھا۔ وہ بھی شائع کر رہے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ اسے اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین!

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت حضرت مولانا صاحبزادہ محمد غوث رضوی صاحب مدظلہ العالی نے بھی اس کی اشاعت پر تحسین فرمائی۔ مولیٰ تعالیٰ ان کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔ امین!

بخدمت مناظر اسلام علامہ محمد کاشف اقبال مدنی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبارکاتہٗ !

میں خیریت سے ہون اور حضور والا کی خیریت مولیٰ تعالیٰ سے مطلوب ہوں۔ حضور والا! ہمارے علاقہ میں ایک شیعہ چند سولات لیے پھرتا ہے اور اس پر بڑا شور ڈالتا ہوا کہتا ہے کہ ان کے جوابات کوئی مولوی نہیں دے سکتا۔ ہمارے علاقہ کے دیو بندی، وہابی بھی اس کے سامنے بے بس ہو چکے ہیں۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ میں اپنے حضرت صاحب سے بات کروں گا۔ اور وہ انشاء اللہ المولیٰ ان سولات کے جواب میں ضرور قلم اٹھائیں گے۔ آپ براہِ کرم ان سوالات کے جوابات اپنے مناظرانہ انداز میں تحریر فرمادیں تا کہ اہلِ سُنّت کا بول بالا ہو اور باطل کا منہ کالا ہو۔

حضور والا! میری آپ سے یہ التماس بھی ہے آپ کے تحریر کردہ جوابات الگ رسالہ کی شکل میں یا ماہنامہ نور ایمان میں شائع بھی ہو جائیں تو عوام وخاص سب کا بھلا ہوگا۔ اس سے عوام اہلِ سُنّت کو ان مسائل سے واقفیت حاصل ہوگی اور شیعہ کے رد کرنے کی جرأت بھی، کیوں کہ آپ کے جوابات تحریر کردہ اہلِ سُنّت کیلئے ڈھال اور ان کیلئے شمشیر بے نیام کا کام کریں گے۔

والسلام!

محمد بلال رضا

ر،ب/۲۲۹ مکوآنہ تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد

سوال نمبر ا:

تاریخ شاہد ہے کہ قریش مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مکمل طور پر بائیکاٹ کر لیا تھا۔ اس بائیکاٹ کا عرصہ تین سال کا ہے۔ حضرت ابو طالبؑ تمام بنی ہاشم کو شعب ابو طالب میں لے گئے تھے۔ یہ تین برس کا عرصہ بنی ہاشم نے نہایت عُسرت اور کٹھن تکالیف سے گزارا۔ ان تین سال کے دوران حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کہاں تھے۔ اگر یہ بزرگ مکہ میں ہی تھے تو انہوں نے حضرت کا ساتھ کیوں نہ دیا اور اگر شعبِ ابی طالب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جا سکے تو کیا کسی وقت ان بزرگوں نے آب و دانہ ہی کی کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی ہو۔ جب کہ کفارِ مکہ میں سے زہیر بن امیہ بن مغیرہ نے پانی اور کھانے پہنچانے اور عہد نامہ کو توڑنے پر دوستوں کو آمادہ کیا۔

سوال نمبر ۲:

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا انتقال بقول اہل سنت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے چھ ماہ بعد ہوا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا انتقال اڑھائی برس رسولِ خدا کے بعد اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۶ ذی الحجہ ۲۴ھ کو انتقال کیا تو کیا وجہ تھی کہ ان دونوں بزرگوں کو جو کافی عرصہ کے بعد انتقال کرتے ہیں، روضۂ رسول میں دفن ہونے کیلئے جگہ مل گئی اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اکلوتی بیٹی سیدہ طاہرہ رضی اللہ عنہا مادرِ حسنین کو باپ کے پاس قبر کی جگہ نہ مل سکی۔ کیا خود بتول رضی اللہ عنہا نے باپ سے علیحدگی قبر کی وصیت کی تھی یا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکومت وقت کی پیش کش کو ٹھکرا دیا تھا یا مسلمانوں نے بضعۃ الرسول کو قبرِ رسول کے پاس دفن نہ ہونے دیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

سوال نمبر ۳:

دعوتِ ذوالعشیرہ کے موقع پر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے وعدۂ نصرت کیوں

نہ فرمایا۔ کیا یہ دونوں بزرگ دعوتِ ذوالعشیرہ میں شامل تھے۔ اگر شامل نہ تھے تو یہ دونوں رسول اللہ کے قریبی کیوں کر ہو سکتے ہیں۔

سوال نمبر۴:

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بقول اہلِ سنت تمام امتِ محمدیہ سے افضل ہیں تو بوقتِ مواخات یعنی جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کیوں نہ اپنا بھائی بنایا جب کہ تاریخ شاہد ہے کہ آنحضرت نے دعوت ذوالعشیرہ اور مدینہ منورہ میں تشریف لانے پر بوقت مواخاۃ فرمایا: یَا عَلِیُّ اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ انصاف مطلوب ہے۔

سوال نمبر۵:

اہلِ سُنّت کی حدیث کی کتابوں میں حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ ابن عمر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہم سے کثرت سے احادیث پیغمبر مروی ہیں کیا وجہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ حضرت فاطمہ زہرا، حضرت امام حسن مجتبیٰ اور امام حسین رضی اللہ عنہم سے احادیث کثرت سے بیان نہیں ہوئیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پرنور نے فرمایا: انا مدینة العلم و علی بابها نیز اعلم امتی علی بن ابی طالب وغیرہا احادیث کثرت سے ملتی ہیں۔ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے کا موقع کم ملا تھا۔

سوال نمبر۶:

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حکومتِ وقت سے اختلاف نہ تھا تو ان تینوں حکومتوں کے دَور میں کسی جنگ میں شریک کیوں نہ ہوئے جبکہ کفار سے جنگ کرنا بہت بڑی عبادت و سعادت ہے۔ اور اگر کثرتِ افواج کی وجہ سے ضرورت محسوس نہ ہوئی تو جمل، صفین اور نہران کی جنگوں میں کیوں بہ نفس نفیس ذوالفقار کو نیام سے نکال کر میدان میں اُترے۔ کیا حکومت نے سیف اللہ کا خطاب دینا کسی اور کو مناسب سمجھا یا خالد بن ولید حضرت علی رضی اللہ عنہما

سے زیادہ شجاع اور بہادر تھا۔ نیز تعلقات اچھے ثابت کرتے ہوئے تاریخ طبری سے دو مکالمے جو مولانا شبلی نعمانی نے کتاب الفاروق صفحہ ۲۸۵ پر نقل کیے ہیں پیشِ نظر رہیں۔ حضرت عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے دونوں مکالمے پڑھیں۔

سوال نمبر ۷:

اگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بقول عام ملاں کے شیعوں نے ہی شہید کیا تو اہل سنت نے امام مظلوم کی مدد کیوں نہ کی جب کہ لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں اہل سنت موجود تھے۔ (الفاروق ۱۱۳)

سوال نمبر ۸:

اگر حسبنا کتاب اللہ کہنا ایک امتحان کا جواب تھا جو بزرگ نے درست دیا، تو اسی واقعہ قرطاس میں اس بزرگ نے کس سیاست کے تحت ارشاد فرمایا کہ اس مرد کو ہذیان ہو گیا ہے۔ (دیکھو بخاری)

سوال نمبر ۹:

کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی کی بھی مثال پیش کی جا سکتی ہے کہ پیغمبر کے انتقال پر امت نے اپنے نبی کے جنازہ پر خلیفہ کے انتخاب کو فوقیت دی ہو۔ اگر ایسی کوئی مثال ماسلف میں نہ ملے تو اُمتِ مصطفیٰ نے ایسا کرنا کیونکر مناسب سمجھا۔

سوال نمبر ۱۰:

کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی کا واقعہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے کہ جس کے انتقال پر ملال پر اس کا تمام ترکہ صدقہ ہو گیا ہو۔ اور اُمت نے صدقہ سمجھ کر آپس میں تقسیم کر کے اُس کی اولاد کو باپ کے ورثہ سے محروم کر دیا ہو۔ اور اگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ صدقہ ہی تھا تو ازواجِ رسول کے گھروں میں کچھ تو رسول اللہ کا مال ہوگا۔ کیا

یہ ازواجِ رسول نے رسول اللہ کے مال کو صدقہ تسلیم کر کے وہ مال حکومتِ وقت کے حوالے کر دیا تھا۔ کیونکہ صدقہ اہل بیت پر حرام ہے اور ازواجِ رسول کو اہل بیت میں اہل سنت شمار کرتے ہیں تو صدقہ ان کے لیے کس طرح حلال ہو گیا۔ جواب باصواب ہونا چاہیے۔

سوال نمبر ۱۱:

قرآن پاک میں قدرت کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَ اَعَدَّلَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا۔ (پارہ ۵ رکوع ۱۰)

''اور جو کوئی مار ڈالے مسلمان کو جان کر پس سزا اس کی دوزخ ہے ہمیشہ رہنے والا بیچ اس کے اور غصہ ہوا اللہ او پر اُس کے اور لعنت کی اس کو اور تیار رکھا ہے واسطے اس کے عذاب بڑا''۔ (ترجمہ رفیع الدین)

فرمادیں اگر ایک آدمی مومن کو عمداً قتل کرنے والا اس سزا کا مستحق ہے تو جمل و صفین اور نہروان میں فریقین کے کل میزان ستاون ہزار آٹھ سو ساٹھ قتل شہید ہوئے۔ ان کے قاتلوں کے بارے میں کیا خیال ہے۔ کیا کلام پاک کی مندرجہ بالا آیت سے یہ لوگ مستثنیٰ ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا قانون اعلیٰ، ادنیٰ کے لیے یکساں ہے تو خلیفہ وقت کی مخالفت کر کے مسلمانوں کا قتل عام کرانے والے قیامت کو کس جگہ تشریف لے جائیں گے۔ غور تو کرو۔

سوال نمبر ۱۲:

کلام مجید شاہد ہے:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ۔ (پارہ ۱۱ رکوع ۲)

''اور ان لوگوں سے کہ گرد تمہارے ہیں بادیہ نشینوں سے منافق ہیں۔ اور بعضے

لوگ مدینہ کے بھی سرکشی کرتے ہیں اوپر نفاق کے تو نہیں جانتا اُن کو ہم جانتے ہیں ان کو شتاب عذاب کریں گے ہم ان کو دو بار پھر پھیرے جاویں گے طرف عذاب بڑے کے"۔ (ترجمہ رفیع الدین)

اِس آیت کریمہ سے ثابت ہے کہ مدینہ منورہ میں بھی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منافق لوگ تھے۔ اس کے علاوہ تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کثرت سے منافقین رہا کرتے تھے۔ انتقالِ مصطفیٰ کے بعد مسلمانوں میں دو پارٹیاں معرضِ وجود میں آئیں۔ ایک حکومت کی پارٹی دوسری بنی ہاشم کی پارٹی۔ ارشاد فرمادیں کہ منافقین کس پارٹی میں شامل ہو گئے تھے۔ جو لوگ رسول اللہ کے زمانے میں منافق تھے۔ انتقالِ رسول کے بعد اُن منافقین کو آسمان نے اٹھالیا یا زمین نگل گئی یا تمام منافقین حکومت سے تعاون کرتے ہی فرشتے اور نیک ہو گئے تھے۔ ان منافقین کی نشان دہی تو کرو کہ وہ کہاں گئے جب کہ تاریخ شاہد ہے کہ ان دو پارٹیوں کے علاوہ کوئی تیسری پارٹی ہی نہ تھی۔ تحقیق ضروری ہے۔

سوال نمبر ۱۳:

اہل سنت والجماعت کا دین چار اُصولوں پر مبنی ہے:

(۱) قرآن مجید، (۲) حدیث، (۳) اجماع، (۴) قیاس۔

سقیفہ کی کاروائی کو پیشِ نظر رکھ کر ارشاد فرمادیں کہ خلافت ثلاثہ قرآن مجید اور حدیث سے ثابت ہے یا کہ اجماعی خلافت ہے۔ اگر اجماعی خلافت ہے تو بمطابق قرآن لَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ۔ (پارہ ۷، رکوع ۱۳) پر غور فرما کر ارشاد فرمادیں کہ انہوں نے قرآن پاک سے اپنی خلافت کو کیوں نہ ثابت کیا جب کہ قرآن مجید میں ہر خشک و تر کا ذکر موجود ہے۔

سوال نمبر ۱۴:

اگر کوئی خلیفہ وقت کو نہ مانے اور اس کی علی الاعلان مخالفت کرے تو اُس کی سزا کیا

ہے۔ مگر یاد رہے کہ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو خلیفۂ وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگیں کی ہیں اُن کے واقعات جنگ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے فتویٰ صادر فرماویں کہ خلیفہ رسول کی مخالفت کرنے والے کی سزا کیا ہے۔ انصاف مطلوب ہے۔

سوال نمبر۱۵:

اصولِ فلسفہ ہے کہ کسی ایک چیز کے متعلق اگر دو آدمی آپس میں جھگڑ پڑیں تو دونوں جھوٹے تو ہو سکتے ہیں مگر دونوں سچے نہیں ہو سکتے جب ایسا ہے تو جمل، صفین کے طرفین کے بارے میں دونوں کس طرح سچے ہوئے۔ جو صاحب غلطی پر تھے ان کی نشان دہی تو کرو کہ فلاں بزرگ سے خطا ہوئی۔ کیا قاتل و مقتول دونوں جنت میں جائیں گے۔ استغفر اللہ!

سوال نمبر۱۶:

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار فرمایا:

یَا عَلِیُّ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ۔

''اے علی تو اور تیرے شیعہ ہی نجات یافتہ ہیں''۔

تو کیا ایسی کوئی حدیث حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی حضرات کے لیے بھی مل سکتی ہے؟ اگر نہیں تو دیوبندی، بریلوی، نجدی حضرات کے لیے ہی تلاش کر کے اطمینان دلا دیجئے۔

سوال نمبر۱۷:

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے تعلقات اور ارشادات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں خلافت عثمان کے وقت کیا تھے۔ کیا بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ لوگو اس بڈھے نعثل کو قتل کرو۔ خدا اسے قتل کرے۔ اگر ایسا ارشاد فرما کر آپ مکہ تشریف لے گئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ظاہری کو سُن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کس طرح انہوں نے مظلوم تسلیم کر لیا۔ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ذاتی رنجش نہ تھی کہ مسلمانوں کو جمع کر کے بصرہ

پہنچ کر جنگ کرنے پر میدانِ کارزار میں اُتر آئیں۔ کیا یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ تھا یا علی رضی اللہ عنہ سے دیرینہ دشمنی کا نتیجہ ہے۔

سوال نمبر ۱۸:

مسلمانوں کے چار امام ابوحنیفہ، شافعی، مالک اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم۔ کیا نص سے ان کی امامت ثابت ہے یا حکومتِ وقت کی پیداوار ہے۔ اور چار مصلّے جو خانہ کعبہ میں رکھے گئے تھے وہ کس شرعی حکم سے حکومت نے رکھے تھے۔ سُنا ہے اب دو مصلّے اُٹھا بھی دیے ہیں۔ اور اگر خدا رسول کے حکم سے رکھے تھے تو چاروں مصلے کس کے حکم سے اٹھائے گئے تھے۔ اور اگر یہ مصلے حکومت نے رکھے تھے۔ تو کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کی امامت حکومت کی مرہونِ منّت ہے۔

سوال نمبر ۱۹:

اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ ماننے والا جہنمی ہے تو اس بی بی کا قاتل کیوں کر رضی اللہ رہ سکتا ہے۔ مہربانی کر کے تاریخ اسلام جلد ۲ صفحہ ۴۴ نجیب آبادی وغیرہ ملاحظہ کر کے فتویٰ صادر فرمادیں۔

سوال نمبر ۲۰:

رسول اللہ کے زمانۂ حیات ظاہری میں تمام صحابہ سے شجاع کون بزرگ تھے۔ اور سب سے زیادہ عالم کون تھا۔ سب سے زیادہ سخی کون تھا۔ اور صحابہ سے زیادہ عبادت گزار کون تھا۔ اگر آپ کسی بزرگ کو شجاع ثابت کرنا چاہیں تو ارشاد فرمادیں کہ اس بزرگ نے جنگ بدر، احد، خندق، خیبر وغیرہ میں کتنے کافر قتل کیے تھے۔ اور اگر اشد علی الکفار کسی کو ثابت کرنا ہی ہے تو اس بزرگ کا اپنا ارشاد بھی زیرِ غور رہے کہ انہوں نے حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تھی کہ آپ مجھے مکہ نہ بھیجیں۔ کیونکہ میرا کوئی مکہ میں حامی نہیں ہے آپ عثمان کو بھیج دیں۔ کیونکہ اس کے حامی مکہ میں موجود ہیں۔ یہ بھی ارشاد فرمادیں کہ اشدّ علی الکفار نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کتنے کافر قتل کیے۔ اور اپنے دَورِ حکومت

میں اپنی تلوار سے کتنے مشرک مارے۔

سوال نمبر ۲۱:

کیا کوئی روایت بخاری، مسلم، ترمذی، ابنِ ماجہ، ابوداؤد، نسائی ان کے علاوہ مشکوٰۃ اور موطا امام مالک۔ یعنی ان آٹھ کتابوں میں مل سکتی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ، امام حسن، امام حسین، امام علی زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم، امام علی رضا، امام محمد تقی، امام علی نقی، امام حسن عسکری اور امام صاحب العصر والزمان رضوان اللہ عنہم اہل سنت والجماعت کے امام ہیں۔ اگر نہیں تو اپنے بارہ اماموں کے نام بتلائیں جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عن جابر ابن سمرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه واله وسلم يقول لا يزال الاسلام عزيزاً الى اثنى عشر خليفة كلهم من قريش۔

(مشکوٰۃ)

کیا آپ کے بارہ امام وہی تو نہیں جن کو تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۸ اور شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۷ وغیرہ نے بیان کیا ہے اور ان میں چھٹا یزید ابنِ معاویہ ہے مگر حدیث من مات ولم يعرف امام زمانيه فقد مات ميتة الجاهلية صفحہ ۶۴ منصب امامت کو دیکھ کر جواب دیں۔

سوال نمبر ۲۲:

کیا کسی آدمی کو دین میں کمی بیشی کرنے کا اختیار اور حق ہے۔ اگر نہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا الصلوة خير من النوم، نماز تراویح با جماعت، چار تکبیروں پر نماز جنازہ، متعہ کو حرام قرار دینا، تین طلاق کو جو ایک ساتھ دی جائیں طلاق بائن قرار دینا اور قیاس کو اُصول قائم کرنا کہاں تک درست ہے۔ اور کیا یہ صراحتہً مداخلت فی الدین نہیں ہے جو ناجائز اور حرام ہے۔

خادم الثقلين

غلام حسین عفی اللہ عنہ

الجواب بعون الوہاب

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم - بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم -

استفتاء کے ساتھ ملحقہ فوٹو کاپی پر مذکور سوالات پر شورڈالنے والا اور اس کا لکھنے والا جاہل ہی نہیں اجہل اور بددیانت ہے اس کی نہ صرف ائمہ محدثین وسیر کی کتب سے بے خبری ہے بلکہ خود اپنی کتب شیعہ سے بھی جاہل ہے۔ ہم اس کے سوالات کے اختصار کے ساتھ جوابات نقل کرتے ہیں۔

1- شعب ابی طالب کے واقعہ میں شیخین کریمین (حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر) رضی اللہ عنہما کی عدم شرکت کا دعویٰ ہی باطل ومردود ہے اس لیے کہ اس نے اپنے گمان فاسد سے یہ تحریر کیا ہے اس نے اپنے دعویٰ کی دلیل میں کوئی صریح بسندِ صحیح روایت نقل نہیں کی ہے۔ اس لیے کہ ائمہ نے شعب ابی طالب کے حالات بیان فرماتے ہوئے صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاءرسانی پر قریش مجتمع ہو گئے اور انہوں نے ایک صحیفہ (عہدنامہ) لکھا، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسی مشکل ترین وقت میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اس وجہ سے جناب ابوطالب نے اس واقعہ کو بصورت شعر ذکر کیا ہے جس میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرکار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہونا صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔

وهم رجعوا سهل بن بيضا راضيا فسر ابوبكر بها و محمد

جناب ابوطالب نے کہا: قبیلۂ قریش نے سہل بن بیضاء کو راضی کر کے واپس کیا ایک جماعت قریش کی صحیفہ کے نقص اور توڑنے کے لیے کھڑی ہوگئی، ان میں سہل بن بیضا بھی

تھا۔ جنہوں نے ابھی قبول اسلام نہ کیا تھا بعد میں مسلمان ہوئے۔ پس اس بات پر حضرت محمد ﷺ بھی راضی ہوئے، اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مسرور ہوئے۔

(ازالۃ الخفاء ۲/۱۰ از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

دیگر ائمہ محدثین نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے مذکور شعر کے ساتھ۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔ (البدایہ والنہایہ ۳/ ۹۸، سیرت ابن ہشام ۱/ ۳۷۹، الاستیعاب مع الاصابہ ۲/ ۹۲)

اس واقعہ کو شیعہ کے علماء نے بھی نقل کیا، مذکور شعر کے ساتھ۔ (ناسخ التواریخ ۵/ ۲۲۴)

معلوم ہوا کہ شیعہ مذکور کا یہ اعتراض بربنائے جہالت وخباثت ہے اس کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

اختصار مانع ہونے کی وجہ سے ہم نے صرف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہی ذکر کیا ہے یہ بات قابلِ غور ہے کہ شعب ابی طالب کے واقعہ کا سبب ہی حضرت عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قبول اسلام تھا۔ (دیکھئے طبری ۲/ ۳۳۵، البدایہ ۳/ ۷۹، روضۃ الصفاء للشیعی میں یہی مذکور ہے ۲/ ۴۹)

پھر دوسری بات یہ ہے کہ عدم ذکر عدم شے کو مستلزم نہیں ہوا کرتا۔ شیعہ کا یہ کہنا بغیر دلیل کے باطل ومردود ہے۔

2- شیعہ کے اس سوال سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سارے مذہب کا دارومدار ہی اس کے فاسد قیاس پر ہے۔ دلیل پر نہیں ہے۔ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے روضۂ مبارک میں دفن نہ ہونے میں یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ اس تدفین میں صحابہ کرام آڑے آئے، دونوں سرکار ابوبکر اور سرکار عمر رضی اللہ عنہما کی تدفین کی طرف اشارہ تو سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرما دیا تھا۔ ایک مرتبہ شیخین کریمین سرکارِ دوعالم ﷺ کے اردگرد تھے ایک دائیں طرف دوسرے بائیں طرف دونوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم قیامت کے روز اپنی قبور سے اسی طرح اکٹھے اُٹھیں گے۔ اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(جامع ترمذی ۲/ ۲۰۸، مشکوٰۃ المصابیح ۵۶۰، مستدرک ۴/ ۲۸۰، کنز العمال ۱۳/ ۱۷، مصابیح السنۃ ۴/ ۱۶۴)

ہم نے تو سرکارِ دوعالم ﷺ کی معیت میں شیخین کریمین کی تدفین پر صریح روایت پیش کر دی ہے۔ اب تم اپنے موقف پر کوئی صحیح صریح روایت لاؤ۔ مگر یہ تمہارے بس میں

نہیں ہے۔ کوئی روایت ایسی لاؤ کہ سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے روضہ مبارک میں تدفین کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہی فرمایا ہو اور صحابہ کرام نے انکار کیا ہو۔ جب ایسی کوئی روایت نہیں ہے تو تمہارا اپنے قیاس فاسد سے جمع وتفریق کر کے عقیدہ باطلہ تیار کرنا باطل ومردود ہے جس چیز پر سرکار علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کی خاموشی ورضا ہے۔ تمہیں چودہ صدیوں بعد کیوں تکلیف پیدا ہوگئی ہے۔ گویا اعتراض ان جلیل القدر صحابہ کرام پر نہیں ہے بلکہ سیدھا خدا جل جلالہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر ہے۔ اس سے ثابت ہوگیا تمہارا دعویٰ محبت اہل بیت جھوٹا ہے۔ تمہارا یہ کہنا کہ علیحدگی قبر کی وصیت دکھا دو بھی غلط ہے اس لیے کہ یہ نہ سہی تو تم وصیت روضہ مبارک میں تدفین ہی دکھا دو تمہارے قیاس فاسد سے کچھ ثابت نہیں ہو سکتا۔ پھر تمہاری شیعہ کی کتاب اعلام الوریٰ صفحہ ۱۵۸ پر لکھا ہے کہ سرکار علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق آپ کو پوشیدہ دفن کیا۔ کیوں شیعہ صاحب اب بولو تمہارا جھوٹ تمہارے اپنے گھر سے ہی ظاہر ہوگیا۔ پھر تمہارے مولوی نجم الحسن کراروی نے لکھا کہ حضرت سرکار علی رضی اللہ عنہ نے سرکار سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں لے جا کر دفن کیا۔ (چودہ ستارے صفحہ ۲۵۲)

پھر شیخین کریمین کا روضہ مبارک میں دفن ہونے کی دلیل ایک اور ملاحظہ ہو۔ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ ہر شخص کی قبر وہاں بنتی ہے جہاں سے اس کا خمیر تیار کیا جاتا ہے مولوی مقبول شیعی منھا خلقنکم کے تحت لکھتے ہیں کہ کافی میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نطفہ جب رحم میں پہنچ جاتا ہے تو خدائے تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیج دیتا ہے کہ اس مٹی میں کہ جس میں یہ شخص دفن ہونے والا ہے تھوڑی سی لے آئے۔ چنانچہ فرشتہ لا کر نطفہ میں ملا دیتا ہے۔ اور اس شخص کا دل اس مٹی کی طرف مائل ہوتا رہتا ہے۔ اس غیر حسّی میلان کا ہر شخص کو پتہ نہیں لگ سکتا۔ جب تک کہ اس میں دفن نہ ہو جائے۔ (ترجمہ مقبول صفحہ ۳۷۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے اس کی ناف میں وہ مٹی ہوتی ہے جس سے وہ پیدا کیا جاتا ہے اور جب وہ ارذل عمر

کی طرف لوٹایا جاتا ہے تو وہ اسی مٹی کی طرف لوٹایا جاتا ہے، جس سے وہ پیدا کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس مٹی میں اس کو دفن کیا جاتا ہے۔ اور میں اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ایک ہی مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اور اسی مٹی سے ہم اُٹھائے جائیں گے۔ (فردوس الاخبار ۴/ ۲۳۵)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ایک ہی مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔ (فردوس الاخبار ۲/ ۳۰۵، کنز العمال ۱۱/ ۲۵۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرح پوری روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (کنز العمال ۱۱/ ۲۵۸)

اس پر مزید دلائل محفوظ ہیں اختصار مانع ہے۔

توان روایات احادیث سے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے روضہ مبارک میں دفن ہونے کی وجہ واضح ہوگئی۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیاں اور تھیں۔ (اُصول کافی)

وہ بھی روضہ مبارک میں دفن نہ ہوئیں اس سے تنقیص کا نتیجہ نکالنا شیعہ کی جہالت و خباثت ہے۔

3- شیعہ کا یہ اعتراض بھی اس کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے اس لیے کہ دعوت ذوالعشیرہ سے تین سال قبل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام قبول کر چکے تھے۔ (تاریخ طبری ۲/ ۳۱۰)

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس دعوت کے تین سال بعد اسلام قبول کرتے ہیں مگر ان کے قبول اسلام سے اسلام کو بڑی تقویت حاصل ہوتی ہے اس پر بے شمار دلائل قائم کیے جاسکتے ہیں پھر یہ دعوت کے متعلق جو روایات مرقوم ہیں ان میں اکثر صحت کے درجہ پر نہیں ہیں جو شیعہ پیش کرتے ہیں۔ اسی لیے ان سے استدلال ان کا باطل ومردود ہے۔ مثلاً اس لیے کہ نزول آیت کے وقت بنو عبدالمطلب کی تعداد چالیس نہ تھی۔ شیعہ کی متدل روایت کا واضع عبدالغفار بن قاسم ابومریم کوفی ہے۔ شیعہ کی کتب اسماء الرجال میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

(تنقیح المقال ۲/ ۲۵۸)

امام ذہبی اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ رافضی اور غیر ثقہ ہے۔ ابن مدینی نے کہا کہ یہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ امام بخاری نے کہا کہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہے۔ امام نسائی اور ابوحاتم نے اسے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔ امام احمد نے بھی اس پر جرح کی ہے۔

(میزان الاعتدال ۲/۶۴۰)

امام ابن حجر عسقلانی نے مذکورہ بالا جرح اور اس کے علاوہ متعدد جلیل القدر ائمہ محدثین کی سخت جرح نقل کی ہے۔ (لسان المیزان ۴/۴۲)

اس طرح کے کذاب وضّاع کی روایت سے استدلال سے ہی شیعہ اپنی حقانیت ثابت کر سکتے ہیں۔ وگرنہ بسند صحیح شیعہ کا مذہب باطل ہی ثابت ہوسکتا ہے۔ پھر اس روایت سے شیعہ کا ہی نظریہ ایمان طالب بھی غلط ثابت ہوگیا اس لیے کہ سرکار علی رضی اللہ عنہ کے سوا کسی نے بنوعبدالمطلب میں حمایت نہ کی پھر شیعہ کی ان روایات سے استدلال سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام ثابت نہیں ہوتے۔ بلکہ تیسرے سال اظہار اسلام کرتے ہیں اور سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پہلے ماہ قبول اسلام کرنا خود شیعہ کو بھی مسلم ہے۔

(اعلام الوریٰ صفحہ ۱-۵۰)

پھر شیعہ کا یہ کہنا کہ یہ بزرگ اِس دعوت میں شریک نہ ہوئے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار کیسے ہو سکتے ہیں، باطل مردود ہے۔ اس لیے قرابت نبوی ایمان کے ساتھ باعثِ فضیلت ہے اور بنوعبدالمطلب کے علاوہ قبول اسلام کرنے والے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہوئے کہ سرکار کے متبع اور غلام تھے۔ مگر ابولہب عتبہ وغیرہ کفار قبول اسلام نہ کرنے کی وجہ سے نسل ابراہیمی اور خاندان کے ہونے کے باوجود قریبی نہ رہے۔ اس کو خود سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں بیان فرمایا ہے جو کہ نہج البلاغہ میں موجود ہے کہ ''حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔ اگر چہ خونی رشتہ سے دور ہوں۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن وہ ہیں جو خدا اور اس کے رسول کے نافرمان ہوں۔ اگر چہ ان کا رشتہ قریبی ہو''۔ پھر سرکار علی المرتضیٰ کی قرابت کا انکار تو کوئی

وہابی خبیث ہی کر سکتا ہے اور سیدنا صدیق و فاروق کے خسر ہونے کے باوجود ان کی قرابت رسول کا انکار کوئی شیعہ خبیث ہی کر سکتا ہے۔ سرکار علی کا فرمان جو اوپر مذکور ہوا ہے، شیعہ کو خود ہی نتیجہ اخذ کر لینا چاہیے۔

4- دعوت ذوالعشیرہ کے متعلق ہم بیان کر چکے ہیں اب دوسرے جزء کی بابت تحریر کرتے ہیں۔

اولاً یہ سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جزوی فضیلت ہے جو کہ کلی فضیلت کو مستلزم نہیں ہے۔ متعدد خصوصیات دیگر انبیائے کرام کے لیے بیان ہوئیں مگر وہ صراحت کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بیان نہ کی گئیں مگر اس کے باوجود تمام انبیاء و رسل پر ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ایک مسلمہ امر ہے۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو صفی اللہ، حضرت نوح رضی اللہ عنہ کو نجی اللہ، حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کو کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ وغیرہ۔ مگر ان الفاظ کی صراحت دوسری طرف مذکور نہیں ہے تو اس سے ثابت کرنا یہ مقصود ہے کہ جزوی فضیلت سے کلی فضیلت کا اثبات نہیں ہو سکتا۔ تو سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اخی فرمانا یقیناً باعثِ فضیلت ہے مگر جزوی فضیلت سے کلی فضیلت کا اثبات شیعہ کی جہالت پر دال ہے۔

ثانیاً یہ الفاظ اخی کے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے مرقوم و مذکور ہیں حدیث بخاری میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لو کنت متخذا من اُمتی خلیفا لا تخذت ابابکر و لکن اخی و صاحبی وفی روایة لا تخذت خلیفا و لکن اخوة الاسلام افضل او کما قال علیہ الصلوٰة والسلام۔

''اگر میں اپنی اُمت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو یقیناً ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور دوست ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ میں ان کو خلیل بناتا مگر اسلام کا

بھائی چارا بڑا افضل ہے۔ (بخاری ۱/۵۱۶، مصابیح السنۃ ۴/۱۴۸)

بلکہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انت اخونا و مولانا۔ ''تم ہمارے بھائی اور محبوب ہو''۔ (بخاری ۱/۵۲۸)

تو اب کہیے کہ اس افضلیت سے کیا ثبوت ملتا ہے۔

ثانیاً پھر سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت تو پوری اُمت مسلمہ کے اجماع سے بھی ثابت ہے اور قرآن وسُنّت کے بے شمار دلائل قاہرہ سے ثابت ہے بلکہ خود سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے اس عقیدہ کی تائید موجود ہے۔ بلکہ سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس اُمت میں نبی کے بعد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سب سے بہتر ہیں۔ (کنز العمال ۱۳/۲۰)

پھر سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرو۔ تم ہدایت پا جاؤ گے۔ اور ان دونوں کی اقتدا کرو ہدایت پا جاؤ گے۔ (تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ۳۲/۱۴۹)

ضمناً مزید ایک مرفوع روایت ملاحظہ ہو سرکار حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد تم ان دونوں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرو۔

(ترمذی ۲/۲۰۷، مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۶۰، ابن ماجہ صفحہ ۱۰، مستدرک ۳/۲۹۰، ابن حبان ۱۰/۲۵، شرح السنۃ ۱۴/۱۰۳، مسند احمد ۵/۳۸۲، مصابیح السنۃ ۴/۱۶۲)

سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہوں۔ (تاریخ مدینہ دمشق ۳۳/۲۵۱)

مزید فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جنت میں حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما داخل ہوں گے۔ (کنز العمال ۱۳/۲۱)

سرکار محمد بن حنفیہ نے سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ تو سرکار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ میں

نے عرض کیا پھر کون ہے؟ فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

(بخاری ۱/ ۵۱۸، ابن ابی شیبہ ۱۲/۱۲، تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ۲۲۹/۳۲)

سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی دورانِ خلافت برسر منبر ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساری اُمت میں حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بہتر ہیں۔ (مسند احمد ۱/ ۲،۷۷، کنز العمال ۱۳/ ۲۰)

امام سیوطی نے امام ذہبی کا قول نقل کیا کہ یہ ارشاد سرکار علی رضی اللہ عنہ سے تواتر سے ثابت ہے۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۵)

سرکار علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے اربعہ کے حوالہ پوری ترتیب فضیلت بیان فرمائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے بہتر ہیں ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے بعد میں ہوں۔

(تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ۴۱/ ۱۰۴)

اس کے علاوہ کثیر تعداد میں دلائل اس پر قائم کیے جاسکتے ہیں مگر اختصار مانع ہے۔

اب شیعہ کی کتاب رجال کشی سے روایت ملاحظہ کیجئے کہ سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی آدمی ایسا آئے جو مجھے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے میں اسے کوڑے لگاؤں گا جو مفتری کذاب کی حد ہے۔ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے محبت ایمان اوران سے بغض رکھنا کفر ہے۔ (رجال کشی صفحہ ۳۳۸)

پھر شیعہ کی کتاب احتجاج طبرسی میں ہے کہ امام باقر نے فرمایا کہ میں حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی عظمت وفضیلت کا منکر نہیں مگر افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (احتجاج طبرسی ۲/ ۴۷۹)

سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی: اے اللہ ہم پر رحم فرما جس طرح تو نے خلفائے راشدین پر رحم فرمایا۔ تو ایک قریشی نوجوان نے سوال کیا کہ یہ خلفائے راشدین کون ہیں؟ سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ دونوں میرے محبوب اور تمہارے چچا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ دونوں ہدایت کے امام اسلام کے بزرگ اور قریش کی شخصیتیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان دونوں کی اقتداء ہے۔ جس نے ان کی اقتداء کی وہ محفوظ ہوگیا۔ جس نے ان

کے فرامین کی اتباع کی وہ صراطِ مستقیم پر ہے۔ (تلخیص الشافی ۳/ ۳۱۸)

پھر سرکار علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں بھی اپنے ایام وصال میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا مصلّٰی عطا فرمایا اور امامت کا حکم دیا اس کو شیعہ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ (درہ نجفیہ صفحہ ۲۲۵، ناسخ التواریخ ۱/ ۵۴۷)

اس کے علاوہ بھی کتب شیعہ سے متعدد دلائل دیے جا سکتے ہیں اختصار مانع ہے ہمارے ان تمام دلائل سے پوری اُمت میں انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہے جو ثابت ہوگئی۔ اور شیعہ کے استدلالِ باطل کا منہ توڑ جواب ہوگیا۔

5- اللہ تعالیٰ نے فطری اصول کے موافق ہر صحابی کو ایک دوسرے سے مختلف اور متنوع قسم کی خوبیوں سے نوازا تھا۔ خدا پنج انگشت یکساں نکرد۔ یقیناً مذکورہ بالا صحابہ کرام سے کثرت کے ساتھ روایات بیان کی گئی ہیں۔ ان حضرات کے اہل بیت سے تقابل کی کیا ضرورت ہے۔ خلفائے راشدین اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اتنے اجل علماء ہونے کے باوجود ان مکثرین میں شامل نہیں ہیں دراصل کثرت روایت کا مدار علو و مرتبت نہیں ہے بلکہ دیگر وجوہ ہیں۔ ان میں شغل و عمر وغیرہ کا بڑا حصہ ہے۔ سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صحابہ اعلمنا "ہم میں زیادہ عالم" کہتے ہیں، سے بھی امور خلافت میں مشغولیت کی وجہ سے کم روایات مروی ہیں۔ حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما سے سرکار علی رضی اللہ عنہ سے بھی کم روایات مروی ہیں۔ سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دیگر امور میں مصروفیت اور اپنے دور خلافت میں فتنہ خوارج و روافض کے رد و ابطال میں مصروف ہونے کی وجہ سے روایات ان سے کم مروی ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس و انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال با کمال کے بعد چھ ماہ بقید حیات رہیں مگر وہ بھی بقول شیعہ یہ سارا عرصہ خلافت و باغ فدک کے چھن جانے کے غم میں گزارا اس اعتبار سے زیادہ مرویات ان سے مروی نہیں پھر عرصہ کی قلت کی وجہ سے ہی مسئلہ واضح ہے۔ اسی طرح حسنین کریمین کا معاملہ رہا کہ ان کے ادوار میں متعدد مسائل درپیش رہے اور وہ ان میں مشغول رہے۔ قصہ المختصر تکثیر یا تقلیل روایات کی وجوہات ہر صحابی کی اپنی ضروریات اور مسائل پر موقوف ہے۔ ویسے

سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اہل سنت نے بکثرت احادیث وروایات روایت کی ہیں۔ مسند احمد میں آپ کی مرویات کی تعداد ۸۱۰ ہے۔ مزید تہذیب التہذیب میں سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کا تفصیلی ذکر اور ان سے مروی روایات کا ذکر موجود ہے۔ اب ہم شیعہ سے سوال بصورت چیلنج کرتے ہیں کہ تمہاری کتب اصول اربعہ میں براہ راست بواسطہ سرکار علی وسرکار ابوذر، سرکار مقداد اور سرکار سلمان رضی اللہ عنہم رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی احادیث مروی ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کتنی ہزار احادیث مروی ہیں۔ اور کون کون سے لوگوں نے روایت کی ہے حضرات حسنین کریمین سے کتنے عدد مروی ہیں۔ تمہاری روایات کا ۹۵ فیصد ذخیرہ سرکار امام باقر اور سرکار امام جعفر صادق سے مروی ہے جنہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور سرکار علی تو کجا سرکار حسنین کریمین کو بھی نہ دیکھا۔ اور ان کو تابعیت کا شرف ان صحابہ کرام کی زیارت سے ملا جسے تم شیعہ مسلمان بھی نہیں مانتے۔ ان کی اکثر روایات اپنی فرمودہ ہیں۔ کچھ مرسل و منقطع ہیں اب اس اعتبار سے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور سرکار علی المرتضیٰ اور سرکار حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کا علم مبارک امام جعفر صادق سے کم تھا یا اہل بیت صحابہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کم نصیب رہی۔ اور سرکار امام باقر و سرکار امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کو زیادہ ملی۔ اس لیے کہ شیعہ کا اعتراض واستدلال باطل ومردود ہے۔

6- شیعہ کا یہ اعتراض اس کی جہالت وحماقت پر دال ہے۔ تواتر سے جو واقعات ثابت ہیں ان سے انکار کر رہا ہے سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلفائے راشدین بالخصوص سرکار ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے حسین تعلقات ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اگر اس میں جرأت ہے کوئی واقعات بسند صحیح بتلائے جن میں صراحۃً سرکار علی نے خلفاء سرکار ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر تنقید کی ہو یا ان سے الگ تھلگ رہے ہوں جب ایسا کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں ہے تو یہ اعتراض اس کی جہالت و خباثت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ سرکار علی رضی اللہ عنہ تو ان کی شوریٰ میں مرکزی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی عدلیہ کے معتبر قاضی ومفتی تھے۔ ان کی غیر موجودگی میں ان کی نیابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔ (کنزالعمال ۳/۱۳۴)

سرکار ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر تنقید نہ فرماتے تھے بلکہ اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتے تھے ان سے عطایا اور تنخواہیں وصول کرتے تھے۔ بلکہ ذریعہ معاش یہی تھا۔ سرکار عمر سے سرکار امام حسین کے لیے ایرانی باندی شہر بانو قبول کر کے سب سادات کی ماں بنا دیا۔ (جلاء العیون صفحہ ۴۵۲)

اور سرکار علی رضی اللہ عنہ نے اپنی لخت جگر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سرکار عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ (مجالس المؤمنین ۱/۲۰۴، فروع کافی ۲/۱۴۱، تہذیب الاحکام ۹/۳۶۲، تاریخ التواریخ ۳/۵۵، منتہی الآمال ۱/۲۱۷، منتخب التواریخ صفحہ ۹۵، مناقب ابن شہر آشوب ۳/۲۰۴ وغیرہم کتب)

سرکار ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے کسی امر ونہی سے سرکار علی رضی اللہ عنہ ہرگز اختلاف نہ رکھتے تھے۔ بلکہ اپنے دورِ خلافت میں عام قضاۃ کو حکم دیا کہ حسب سابق تم فیصلے کرو اس لیے کہ میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں میں سب کو ایک جماعت کرنا چاہتا ہوں یا میں وصال کر جاؤں جیسے میرے پہلے ساتھی خلفاء انتقال کر گئے۔ (بخاری ۱/۵۲۶)

یہی شیعی عالم شوستری نے بیان کیا ہے۔ (مجالس المؤمنین ۱/۵۴)

جنگ نہروان کے موقع پر ربیعہ بن شداد نے سرکار علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے کتاب اللہ وسنت رسول کے بعد سرکار ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی سنت کا نام لیا۔ تو آپ نے فرمایا بیوقوف اگر سرکار ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے کتاب اللہ اور سنت رسول کے مخالف عمل کیا ہوتا تو وہ حق پر نہ ہوتے (مگر یقیناً وہ حق پر ہیں) (طبری ۵/۷۶)

گویا ان کا طریقہ سنت نبوی کے موافق اور اس میں ہی مدغم ہے۔ پھر جب بدری صحابہ کرام کے وظائف مقرر ہوئے، تو سرکار علی رضی اللہ عنہ کا وظیفہ بھی ۵۰۰۰ درہم مقرر ہوا، سرکار حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بدری نہ ہونے کے باوجود قرابت رسول کی وجہ سے ان کا بھی پانچ پانچ ہزار ہدیہ مقرر ہوا۔ (کتاب الخراج ۵-۲۴)

اگر حضرت عمر خلیفہ برحق نہ تھے اور ان کی جنگیں جہاد نہ تھیں تو ان کے غنائم بھی ناجائز ہوتے، تو ان میں سے غنائم وہدیے کس صورت میں جائز ہیں۔ پھر سرکار علی کے سرکار ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کی مدح میں متعدد اقوال نہج البلاغہ ورجال کشی وغیرہم کتب میں مرقوم ہیں۔ نہج

البلاغہ وغیرہ کتب میں ان کی خلافت کی بھی تعریف و تحسین فرمائی۔ان دلائل کی موجودگی میں شیعہ کا یہ سوال کیا اس امر کا اعلان نہیں کر رہا کہ سرکار علی رضی اللہ عنہ ان کے دور خلافت میں منافقت کرتے رہے نعوذ باللہ من ذٰلك۔تو رہا جنگ و جہاد میں عدم شرکت کا بہانہ تو یہ مثبت اختلاف نہیں ہے۔جیسا کہ آپ وزارت افتاء مشاورت جیسے اہم عہدوں کی ذمہ داری لے کر خلافت راشدہ کی خدمت کر رہے تھے تو عام سپاہی کی حیثیت سے تلوار لے کر لڑنا کوئی بڑی فضیلت ہے۔سرکار علی رضی اللہ عنہ تو ان اہم مصروفیات کی وجہ سے جنگ و جہاد میں ان دنوں شریک نہ ہوئے۔تو اس سے خلافت راشدہ کی حقانیت پر حرف نہیں آتا۔اس لیے کہ سرکار امام حسن اور سرکار امام حسین رضی اللہ عنہما نے سرکار عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فتح افریقہ میں شریک ہو کر باقاعدہ جہاد کیا اور حصہ غنیمت پایا۔اسی طرح سرکار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتح قسطنطنیہ میں یہ دو حضرات سرکار ابن عباس کے ہمراہ شریک ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ ۳۲/۸)

سرکار حسن بصری رضی اللہ عنہ بھی اسی دور میں شریک جہاد ہوئے۔(جلاء العیون صفحہ ۲۷)

پھر سرکار سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر رہے سرکار عمر رضی اللہ عنہ نے بنایا۔

(حیات القلوب ۶۵۱/۲)

سرکار علی رضی اللہ عنہ کے معتمد خاص سرکار عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو سرکار عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا گورنر بنایا۔جنگ جمل و صفین میں تو بلوایان عثمان کی سازش کی وجہ سے شریک جنگ ہونا پڑا۔پھر سرکار خالد بن ولید کو سیف اللہ کا لقب سرکار ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے نہیں دیا بلکہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔(بخاری ۵۳۱/۱،۶۱۱/۲)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ گو سرکار علی رضی اللہ عنہ سے شجاع نہ ہوں۔مگر کفار ان کے ہاتھ سے زیادہ قتل ہوئے۔(طبقات ابن سعد ۱۳۰/۲)

پھر ان کے لقب سیف اللہ سے سرکار علی رضی اللہ عنہ پر افضلیت تو ہم ثابت نہیں کرتے بلکہ ان پر سرکار علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت ہے۔بلکہ شبلی نعمانی کا حوالہ بے کار ہے اس لیے کہ یہ تو خود

تمہارے جیسا مردود شخص ہے۔ طبری سے مکالموں کا حوالہ بھی عبث ہے اس لیے کہ یہ روایات ناقابلِ اعتبار ہیں ان کی سند میں مجاہیل راوی موجود ہیں۔ کئی کذاب و مجروح راوی موجود ہیں۔ پہلے مکالمہ کی سند میں عمر، علی، ابوالولید؟؟ ولد طلحہ کا ایک آدمی از ابن عباس ہے۔ (طبری ۴/۲۲۲)

اِن چاروں کے تراجم کتبِ رجال میزان وتہذیب وتقریب میں نہیں ملے تو یہ متعین نہ ہونے کی وجہ سے مجہول ہوئے۔

دُوسرے مکالمہ کی سند میں ابن حمید، سلمہ، محمد بن اسحاق ایک آدمی از عکرمہ طبری۔ (۴/۲۲۳)

ایک آدمی از عکرمہ یقینی مجہول ہے۔ محمد بن اسحاق پر سخت جرح موجود ہے امام مالک اسے دجالوں میں سے دجال بتلاتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ۳/۴۶۹)

اس پر مزید سخت جرح موجود ہے۔ پھر سلمہ بن فضل شیعی تھا۔ امام بخاری نے کہا کہ اس کے پاس زیادہ منکر روایات تھیں جن کو علی نے کمزور کہا۔ علی نے کہا کہ ہم نے رے نامی شہر سے نکلتے وقت اس کی حدیثیں وہیں چھوڑ دی تھیں۔ امام ابوزرعہ اس کے کذاب ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ امام نسائی ضعیف کہتے ہیں امام ابوحاتم اسے ناقابلِ احتجاج کہتے ہیں۔ مزید کہتے ہیں کہ اہل رے اس کی بدعقیدگی اور ظلم کی وجہ سے اس سے نفرت کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب ۴/۵۳، میزان الاعتدال ۲/۱۹۲)

اس کا ایک راوی ابن حمید ہے یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں کہ یہ منکر روایات زیادہ بیان کرتا تھا۔ امام بخاری نے کہا کہ اس کی روایات محل نظر ہیں۔ امام نسائی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ نہیں ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں کہ یہ راوی المذہب اور غیر ثقہ ہے۔ فضلک رازی نے کہا کہ میرے پاس ابن حمید کی روایت کردہ پچاس ہزار احادیث ہیں جن میں سے میں ایک حرف بھی روایت نہیں کرتا۔ صالح بن محمد بھی اس کی روایت کو متہم کرتے۔ اللہ کے بارے میں بڑا جری تھا۔ ابن خراش نے کہا کہ ابن حمید ہمیں حدیث سناتا مگر اللہ کی قسم وہ جھوٹ بولتا تھا۔

(تہذیب التہذیب ۹/۱۳۰-۱۲۹)

ایسی لچر اسناد والی روایت کے سہارے ہی سے شیعہ اپنا باطل مذہب ثابت کر سکتے ہیں۔

7- شیعہ کو قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ نہ صرف معمولی ملاں کہتے ہیں بلکہ خود تمہارے گرو مُلاں ملوانے بھی یہی نظریہ رکھتے ہیں تمہارا علامہ شوستری کے بقول اہل کوفہ سب شیعہ تھے۔

(مجالس المؤمنین ۱/۲۵)

تو گویا سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلانے والے سب شیعہ تھے۔ ملا باقر مجلسی وغیرہ نے بلانے والوں کو آپ کے مخلص شیعہ قرار دیا ہے۔

(جلاء العیون ۳۵۶، ارشاد شیخ مفید صفحہ ۲۰۲، مقتل ابی مخنف صفحہ ۱۸)

خطوط لکھنے والے بھی شیعہ تھے۔

(جلاء العیون صفحہ ۳۵۶، مقتل ابی مخنف صفحہ ۱۸، مناقب ابن شہر آشوب ۴/۹۰، اخبار الطوال صفحہ ۲۲۹، ذبح عظیم صفحہ ۱۴۶)

کوفی شیعوں کے بارہ ہزار خطوط امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف آئے۔ (جلاء العیون صفحہ ۳۵۷)

ابن زیاد کی دھمکیوں سے کوفی شیعوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت توڑ ڈالی۔

(مقتل ابی مخنف صفحہ ۲۶-۲۵)

سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ نے سفر کربلا میں امام مسلم رضی اللہ عنہ کی خبر شہادت سن کر ارشاد فرمایا:

وقد خذ لتنا شیعتنا۔

''ہمیں ہمارے شیعوں نے رسوا کر دیا ہے''۔

(مقتل ابی مخنف صفحہ ۴۳، تاریخ التواریخ ۳/۱۳۷، ارشاد مفید صفحہ ۲۲۳)

میدانِ کربلا میں سرکار حسین رضی اللہ عنہ پاک نے اپنے شیعوں کو ان کے وعدے محبت یاد دلائے مگر وہ مکر گئے۔ (مقتل ابی مخنف صفحہ ۴۴، جلاء العیون صفحہ ۳۷۶)

امام حسین رضی اللہ عنہ کے بلانے والے ہی آپ کے قاتل بنے۔ (جلاء العیون صفحہ ۳۸۱)

آپ کے مقابل میدانِ کربلا میں سب کوفی تھے کوئی حجازی و شامی نہ تھا۔

(مقتل ابی مخنف صفحہ ۵۲)

میدان کربلا میں شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد قافلہ اہل بیت کو لوٹنے والے اور رونے والے سب محبین (شیعہ) تھے۔ (نور العین صفحہ ۱۳۸، مقتل ابی مخنف صفحہ ۹۷، انوار نعمانیہ ۳/۲۳۶)

کوفہ میں روتا ماتم کرتے دیکھ کر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم پر نوحہ وگریہ (ماتم) کرنے والو تمہارے سوا ہمارا قاتل کون ہے۔ (جلاء العیون صفحہ ۴۲۳، احتجاج طبرسی ۲/ ۱۶۵)

سرکار سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے اہلِ کوفہ تم نے ہمیں خود قتل کیا خود روتے گریہ کرتے ہو تم کم ہنسو گے زیادہ روؤ گے۔

(جلاء العیون صفحہ ۴۲۴، احتجاج طبرسی ۲/ ۱۱۰، مناقب ابن شہر آشوب ۴/ ۱۱۵)

دیگر خواتین اہلِ بیت نے بھی اہلِ کوفہ کو یوں ہی مخاطب کیا۔

(جلاء العیون صفحہ ۴۴۵، احتجاج طبرسی ۲/ ۱۰۶)

ہم نے اختصار سے کام لیا ہے وگرنہ تفصیلی عبارات و دلائل سے نقل کرتے۔ بہر حال یہ یقیناً ثابت ہو گیا کہ یہ کسی مُلاں کی بنائی ہوئی کہانی نہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل شیعہ ہیں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔

رہا اہل سنت کی نصرت کا مسئلہ تو جب تم کو خود تسلیم ہے کہ اہل کوفہ سب شیعہ تھے تو پھر اہل سنت کی نصرت کیسی اگر اہل سنت وہاں ہوتے، تو وہ خود امام کے ساتھ ہی اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے اس سنگین صورت کا دیگر بلاد و شہروں میں کب معلوم تھا۔ بلکہ اہلِ مکہ نے احتیاط کے طور پر متعدد افراد کو آپ کے ہمراہ کیا جو آپ کے ساتھ ہی شہید ہوئے۔ اہلِ مکہ و مدینہ کے لوگ تو سرکار حسین رضی اللہ عنہ کے شیدائی تھے۔ ان کا اہلِ سُنّت ہونا خود شیعہ اکابر کو بھی تسلیم ہے۔ سرکار حسین رضی اللہ عنہ کے شیدائی وہی تھے۔ شوستری نے کہا کہ اہلِ مکہ و اہلِ مدینہ میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی محبت غالب تھی (گویا وہ اہل سنت تھے)۔ (مجالس المؤمنین ۱/ ۵۵)

اس اعتبار سے کربلا میں سرکار حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھی جو شہید ہوئے وہ سب اہل سنت ہی تھے۔ اور آپ کے مدمقابل شیعہ اور آپ کے قاتل بھی شیعہ تھے۔ اس اعتبار سے شیعہ کا اعتراض لغو اور بر بنائے جہالت ہے جو کہ ان کو مفید نہیں ہے وگرنہ کتب شیعہ میں اہل بیت کی شدید ترین گستاخیاں موجود ہیں۔

مثلاً سرکار سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقع پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکار علی رضی

اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ رات جب تک میں نہ آؤں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مخصوص کام نہ کرنا۔ (جلاء العیون صفحہ ۱۳۰، فارسی ۱/۲۵۱ مترجم اردو، تہذیب المتین ۱/۸۲)

زرارہ شیعہ مذہب کا بنیادی راوی کہتا ہے کہ اگر میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی باتیں بیان کروں تو لوگوں کے عضو تناسل تن جائیں گے۔ (رجال کشی ۱/۳۴۶)

پھر کتب شیعہ میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا یزید کی بیعت کر لینا مرقوم ہے۔
(کتاب الروضہ ۳/۱۱۰، ملحقہ فروع کافی، جلاء العیون صفحہ ۵۰۰)

اس طرح کی سینکڑوں گستاخیاں ان کی کتب میں موجود ہیں کیا یہ محبت اہل بیت ہے۔ اہل بیت کے حقیقی محبّ اہل سنت ہیں اور شیعہ اہل بیت کے حقیقی دشمن اور جھوٹی محبت کے دعوے دار ہیں۔

8- سرکار سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حسبنا کتاب اللہ کہنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طبع مبارک کی رعایت مقصود تھی۔ اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی کو رد کرنا مقصود نہ تھا۔ امام بیہقی نے یہی تحریر کیا ہے۔ (دلائل النبوت ۷/۱۸۴)

سرکار عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مقصود تو صرف اتنا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ میں راحت و سکون آ جائے۔ شدت زائل ہونے کے بعد تحریر لکھوالی جائے، پھر سرکار عمر رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ اگر اس موقع پر غلط تھا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سکوت کیوں اختیار فرمایا۔ اس پر انکار کیوں نہ فرمایا۔ اس لیے کہ اللہ کے نبی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کسی منکر اور معصیت پر ہرگز سکوت نہ فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ اس پر انکار فرمایا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سرکار عمر رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ اس موقع غلط نہ تھا۔ پھر حسبنا کتاب اللہ سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ سنت نبوی و ارشادات کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل کا یہ مطلب و مفہوم ہرگز کوئی عقل مند نہ لے گا کہ اللہ کافی ہے اور رسول کی نبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہذیان کا جملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا شیعہ کی نری بکواس ہے۔ اس لیے کہ ھجر استفھموہ کے الفاظ سے ہذیان مراد نہیں، ان کی خباثت

ہے۔ محدثین کرام فرماتے ہیں ھجر، یھجر کے معنی فراق اور جدائی کے ہیں۔ یہاں صحابہ کرام کی مراد حضور اقدس ﷺ کی جدائی ہے۔ اور اگر بفرض غلط وہی مانا جائے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ دیگر روایات میں اھجر کے الفاظ ہیں انہوں نے بطور استفہام انکاری کے استعمال کیا ہے، استفہام تقریری کے نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن صحابہ کرام نے یہ جملہ بولا ہے انہوں نے ہذیان کے انکار کے طور پر ذکر کیا ہے، نہ کہ اثبات کے طور پر۔ اس لیے اس جملے کے کہنے والے وہ حضرات تھے جو تحریر کے حق میں تھے اور جو تحریر کے حق میں نہ تھے وہ ان کے قول کا رد کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ حضور اقدس ﷺ کو ہذیان ہرگز نہیں ہوا۔ اس لیے ہمیں حضور اقدس ﷺ کے فرمانِ عالی کے موافق قرطاس حاضر بارگاہ کرنا چاہیے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا، اس قول کے قائل حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ تھے بلکہ دیگر اور حضرات تھے۔ اس لیے کہ یہ جملہ قالوا کے بعد آیا ہے۔ جب روایات میں قال کی بجائے قالوا مذکور ہے اور اگر اس کو استفہام تقریری کے طور پر تسلیم کیا جائے ،تو ھجر اور استفھموہ عبارت بے ربط اور بے جوڑ ثابت ہوگی۔ ثابت ہوگیا کہ یہاں استفہام انکاری مراد ہے۔ اسی کو امام کرمانی نے امام نووی کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ (کرمانی شرح بخاری ۱۶/۲۳۵)

یا یہ ھجر حقیقی طور پر ھجر فراق جدائی اور ہجرت کے معنی میں ہے جیسا کہ اوپر بھی مذکور ہوا، جو وصل کی ضد ہے۔ یعنی کیا حضور اقدس ﷺ اس دُنیائے فانی سے ہجرت فرما رہے ہیں۔ یعنی ہجر کا فعل ماضی سے اطلاق واستعمال کیا ہے اس کا یہ معنی قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

واھجرھم ھجرا جمیلا۔ (مزمل:۱۰)

''اور ان کو خوبی کے ساتھ چھوڑ بیٹھو، اور میل کچیل کو دھوڈالا''۔

واھجرنی ملیا۔ (مریم:۴۶)

''اور ایک عرصہ کے لیے مجھ سے جدا ہو جا''۔

ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا۔ (فرقان:۳۰)

''میری قوم نے قرآن کو بالکل چھوڑ دیا تھا''۔

واھجرو ھن فی المضاجع۔ (نساء:۳۴)

''اوران کے بستروں پران کو چھوڑ دو''۔

والرجز فاھجر۔ (مدثر:۵)

''اور میل کچیل کو دھوڈال''۔ (ترجمہ مقبول)

امام ابنِ حجر عسقلانی بھی یہی لکھتے ہیں کہ ھجر کے معنی چھوڑ دو۔ یہ لفظ وصل کی ضد ہے۔ھجر کا یہ معنی زیادہ صحیح ہے۔ (فتح الباری ۹/۱۹۸)

اس معنی کے درست ہونے کی دو دلیلیں ہیں:

اولاً تو حضور سید عالم ﷺ نے ایام علالت میں ارشاد فرمایا کہ کاغذ قلم لاؤ، تا کہ میں تمہیں تحریر لکھ دوں۔ جس کی وجہ سے تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ اس میں کون سی بات خلاف عقل ہے۔ جس کو ہذیان کے لفظ سے تعبیر کیا جاسکے۔

ثانیاً ھجر کے بعد استفھموہ ہے۔ اگر ھجر کے معنی ہذیان کے ہوں تو استفھموہ کے ساتھ ربط بالکل غلط ہو جاتا ہے اور بر سبیل تنزل اگر ھجر کے معنی ہذیان کے تسلیم کر لیے جائیں۔ تو بخاری شریف میں سات جگہ یہ حدیث آئی ہے۔ اور ہمزہ استفہام کے ساتھ اور دیگر کتب حدیث میں بھی ہمزہ استفہام کے ساتھ مذکور ہے۔ تو اس اعتبار سے معنی وہ ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ یعنی حضور اقدس ﷺ کے حکم مبارک میں توقف کیوں کرتے ہو۔ حضور ﷺ کو ہذیان ہرگز نہیں ہوا۔ اس معنی سے بھی اعتراض کی بنیاد ختم ہوگئی۔

شیعہ کو چاہیے کہ وہ سند صحیح ثابت کریں کہ یہ مقولہ سرکار عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔

ھجر کا معنی ہذیان کے علاوہ نہیں ہوسکتا۔ اور اس معنی کے سوا کوئی دوسرا معنی یہاں چسپاں نہیں ہوسکتا۔

ہماری قدرے تفصیلی قدرے گفتگو سے شیعہ کے اعتراض کا جواب ہوگیا اب آخر میں ہم اپنے مختار معنی فراق جدائی کے ثبوت میں ایک مرفوع حدیث پیش کرتے ہیں کہ رسول

اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

لا یحل المسلم ان یھجر اضاہ فوق ثلاثۃ ایام او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام۔ (ابوداؤد/۲/ ۳۱۷)

”کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ اپنے کسی دینی بھائی سے تین دن سے زیادہ گفتگو ترک کرے“۔

تو کیا یہاں ہجر کے معنی ہذیان اور بکواس کے ہوں گے کہ کسی مسلمان کو تین دن سے زیادہ گالی بکنا جائز نہیں ہے۔ ایسا مفہوم کوئی شیعہ ہی لے سکتا ہے جس کا عقل سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔ (حدیث قرطاس پر ہم نے کتاب الجنائز میں تفصیلی لکھا ہے)

9- سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بغض میں کس قدر چالاکی اور عیاری سے سوال مرتب کیا ہے وگرنہ خلافت صدیقی تو خود کتب شیعہ سے بھی ثابت ہے۔ تدفین سے قبل ہی ہر نبی کے خلیفہ پر اُمت کا اتفاق ہوتا تھا۔ اور نبی کے اس خلیفہ کی موجودگی میں ان کی تجہیز و تکفین کا بندوبست ہوتا تھا۔ وگرنہ کوئی شیعہ بتائے کہ کسی پیغمبر کی تدفین خلیفہ کے تقرر و تعین کے بغیر ہوئی ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ دیگر انبیاء کی مثال ہے موقع محل پر نہیں ہے اس لیے کہ وہاں ایک پیغمبر کے بعد دوسرا پیغمبر اس کا خلیفہ بنتا تھا۔ اس کی نبوت و خلافت پر نص جلی کا ہونا ضروری تھا۔ مگر شریعت محمدیہ کئی اصول و فروع میں ان سے مختلف ہے۔ یہاں تو اس شریعت کے صاحب حضور اقدس ﷺ پر نبوت ختم کر دی گئی۔ لہٰذا آپ ﷺ کا خلیفہ مثل انبیاء کے خلفاء کے نہیں ہے۔ یہاں نص جلی کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط نص خفی اور پیشن گوئی کے ساتھ اُمت کا اتفاق کافی ہے۔ مگر سابقہ اُمم کی طرح یہاں بھی یہی اصول ہے کہ اُمت قائد و خلیفہ کے بغیر نہ ہو۔ چنانچہ مزاج شناسانِ رسول ﷺ اور فضلا دبستان نبوت صحابہ کرام نے تدفین سے قبل چند لمحات میں سرکارِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے یستخلفنھم فی الارض کا وعدہ باری تعالیٰ سچ کر دکھایا۔

عمرو بن حریث نے سرکار سعید بن زید رضی اللہ عنہ من عشرہ مبشرہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال باکمال کے وقت آپ موجود تھے۔ فرمایا: ہاں۔ عمرو نے عرض کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کب ہوئی۔ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال باکمال کے روز صحابہ کرام نے اسے مکروہ جانا دن کا کچھ حصہ بغیر جماعت ماتحت خلیفہ کے رہیں اس نے عرض کیا کہ کیا کسی نے مخالفت بھی کی۔ فرمایا نہیں۔ اس نے عرض کیا کہ کیا مہاجرین میں سے کوئی پیچھے رہا۔ فرمایا نہیں۔ بلکہ تمام مہاجرین نے خود بیعت کر لی۔

اگلی متصل روایت میں ہے سرکار علی رضی اللہ عنہ اس وقت گھر میں تھے جب ان کو خبر ملی۔ تو آپ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور تاخیر کو ناپسند کیا اور بیعت کر کے آپ کے پاس بیٹھے رہے۔
(طبری ۳/ ۲۰۷)

خود شیعہ کے ہاں یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ نبی یا امام کا خلیفہ اس کے آخری لمحات میں بنایا جاتا ہے۔ اصول کافی میں ہے کہ اس سوال کہ عہدۂ امامت کب ملتا ہے، کے جواب میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پہلے امام کی زندگی کے آخری لمحات میں۔ (اصول کافی ۱/ ۲۷۵)

سرکار علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہی سرکار امام حسن مجتبٰی رضی اللہ عنہ نے منبر پر جلوہ گر ہو کر خطبہ دیا پھر حسن مجتبٰی رضی اللہ عنہ منبر سے اُترے، تو حاضر لوگوں نے آپ کی بیعت امامت کی۔ (جلاء العیون صفحہ ۲۱۹)

جب شیعہ مذہب میں امام پہلے کی شہادت و موت کے بعد ہی امام بن جاتا ہے اور اس کی بیعت بھی ہو جاتی ہے تو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے تقرر پر کیا اعتراض ہے۔ حالانکہ یہ سنت انبیاء ہے۔ پھر خلیفہ کا تقرر اس لیے بھی ضروری تھا کہ منافقین اور دیگر دشمنانِ اسلام کے منصوبوں کی وجہ سے اہلِ اسلام کو خطرہ تھا۔ اور اس لیے بھی کہ اُمت کا ہر کام خلیفہ کی نگرانی میں ہو۔ کسی امر میں اختلاف نہ ہو جائے، شورش نہ ہو۔ اس موقع پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین مبارکہ میں اختلاف پیدا ہو گیا تو سرکار صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد نبوی پیش کرنے پر اختلاف رفع ہوا۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۲۷، طبری ۳/ ۲۱۳)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تجہیز و تکفین کے متعلق وصایا سرکار صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی

فرمائے تھے۔ جو بامر نبوی آپ نے دوسروں پر تقسیم فرمائے۔

(جلاء العیون صفحہ ۷۰، حیات القلوب ۲/۶۹۵)

بیعت امام ایک اسلامی فریضہ تھا۔ جو بہر حال ادا کرنا ہی تھا، اگر تدفین سے قبل سرانجام پا گیا تو شیعہ کو کیا تکلیف ہے۔ اس لیے کہ سرکار علی رضی اللہ عنہ نے تو اس میں دخل اندازی نہ کی بلکہ خود اس موقع پر سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان مسجد نبوی میں مجمع عام میں فرمایا شیعہ کی تفسیر قمی وصافی میں مرقوم ہے، سرکار امام باقر سے مروی ہے کہ سرکار علی رضی اللہ عنہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال با کمال کے بعد مسجد میں لوگوں کے بھرے اجتماع میں آیت کریمہ الذین کفروا و صدوا عن سبیل اللہ اضل اعمالھم کی تلاوت فرماتے ہیں۔ سرکار ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تلاوت کا مقصود دریافت کرتے ہیں سرکار علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا جو تمہیں رسول دیں وہ لے لو جس سے منع کریں رک جاؤ، تو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گواہ ہو جاؤ کہ آپ نے سرکار ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ (تفسیر صافی ۲/۵۶۱، تفسیر قمی ۲/۳۰۱)

10- سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے وارث جائیداد کے ہونے کے شیعہ مدعی ہیں اور مدعی کے ذمے ثبوت ہوتا ہے وہ اس کا صحیح روایات سے ثبوت پیش کریں۔ شیعہ اس کی ایک مثال ہی ایسی پیش کریں کہ کسی نبی کا ایسا کمایا ہوا مال یا ترکہ ان کی سب اولاد میں بطور وراثت شرعی پورا پورا تقسیم ہوا ہو، جب خود شیعہ ایسی دلیل پیش کرنے سے مفرور ہیں تو اہلِ سُنّت کے ذمے ان کا الزام باطل و مردود ہے۔

معترض نے اصل میں باغ فدک کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہ مال فئی تھا۔ اور مال فئی کے مصارف قرآن مجید میں سورۃ حشر میں مذکور و مرقوم ہیں۔ یہ جائیدادیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تحویل میں تھیں کسی بھی مسلمان مجاہد کا اس میں معین حصہ نہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسے صرف اپنی صوابدید پر مذکور بالا مصارف جو سورۃ حشر میں مرقوم ہیں کمی بیشی سے کُلاً یا جزاً خرچ کرتے تھے اور اس سے اپنا خرچ بھی نکال لیتے تھے اصول کافی میں خود مرقوم و مذکور

ہے کہ یہ جائیداد پیغمبر کے بعد اس کے جانشین کی تحویل میں چلی جاتی ہے۔ اور وہ اپنی صوابدید کے مطابق عمل و تصرف کرتا ہے۔ اور اس میں سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وہی طریقہ اختیار کیا جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ باغ فدک رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا اور آپ کا اس پر قبضہ تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر ایسا ہی ہے جیسا تم بیان کرتے ہو تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وراثت کا دعویٰ کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ ساری کہانی ہی من گھڑت ہے۔ قرآن مجید نے سورۃ حشر میں مال حسن فئی کے مصارف یہ بیان کیے ہیں وہ اللہ کا اور رسول کا قرابت داروں کا یتیموں مسکینوں مسافروں کا۔ تو جب اس کے مصارف قرآن مجید سے ثابت ہو گئے تو شیعہ کا دعویٰ ہی باطل ہو گیا۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد و تقویٰ پر سینکڑوں دلائل قائم ہیں۔ خود سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گھریلو خدمت کیلئے خادم مانگا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں میں تقسیم کے باوجود سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہ دیا۔

(بخاری ۱/۴۳۹، من لایحضرہ الفقیہ ۱/۲۱۱، ابوداؤد ۲/۶۴)

جب غلام نہ دیا تو پورا باغ کیسے دے دیا۔ لہٰذا شیعہ کا استدلال باطل ہے۔ رہا پیغمبر کا ترکہ صدقہ ہونا اور مالی ترکہ نہ ہونا یہ تو مسلمہ امر ہے۔ جو کتب سُنی و شیعہ دونوں سے ثابت ہے۔ بلکہ صراحت نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی وراثت کی خبر دی۔ ایام علالت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئیں تو عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میرے دو صاحبزادے حسن حسین رضی اللہ عنہما ہیں ان کو اپنی وراثت دے جائیں۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسن رضی اللہ عنہ کی میراث میری ہیبت و رعب ہے اور حسین رضی اللہ عنہ کیلئے میری بہادری ہے۔ (خصال ابن بابویہ صفحہ ۳۹)

پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا ورثہ نہ دینار تقسیم ہوں گے نہ درہم میری بیویوں کے خرچ اور خادموں کے نفقہ سے جو بچے وہ صدقہ ہوگا۔

(ابوداؤد ۲/۵۱، بخاری ۱/۴۳۷، مسلم ۲/۹۰)

یہ روایت متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے جن میں حضرت ابن عمر، سرکار عثمان، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، زبیر بن عوام، سرکار عباس رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ بیشک علماء انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں بیشک انبیاء نہ دینار کے وارث بناتے ہیں نہ درہم کے وہ تو صرف علم کا وارث بناتے ہیں۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ احمد فی مسندہ امالی ۴/ ۳۷)

مزید رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم وارث کسی کو نہیں بناتے جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے سرکار فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی سرکار علی اور سرکار عباس رضی اللہ عنہما نے بھی تصدیق کی۔ (بخاری ۲/ ۵۷۵)

ابن کثیر نے دس صحابہ سے یہی روایت مروی بتلائی ہے۔ (البدایہ والنہایہ ۵/ ۲۸۷)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء وارث نہیں ہوتے درہم و دینار کے بلکہ وہ مالک ہوتے ہیں اپنی احادیث کے۔ (اصول کافی ۱/ ۳۲، قرب الاسناد صفحہ ۴۴)

سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بھی اسی طرح فرمان منقول ہے۔ من لا یحضرہ الفقیہ۔ (۳۴۶/۲)

جب دلائل قاہرہ سے ثابت ہو گیا تو یہ روایت صحیح ہے۔ تو معترض کا سوال ہی عبث ثابت ہوا، ازواج و دیگر اہل بیت کے لیے خرچ کا استثناء تو حدیث سے مذکور ہو چکا ہے۔

پھر اگر یہ ظلم ہی ہوا۔ نعوذ باللہ تو سرکار علی رضی اللہ عنہ اپنے دور میں اسے اہل بیت کے نام الاٹ کر دیتے پھر اس سوال کے جواب میں سرکار علی رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ مجھے اس کام سے حیا آتی ہے جو سرکار ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے نہ کیا۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی حدید ۴/ ۱۶)

سرکار امام باقر نے قسم اُٹھا کر فرمایا کہ باغ فدک کے مسئلہ میں ہم سے ظلم نہ ہوا، سرکار ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رائی کے دانہ کے برابر بھی ظلم نہ کیا۔ (ابن ابی حدید ۴/ ۸۲)

غور کیجیے کہ باغ فدک مسئلہ جس انداز میں شیعہ پیش کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حق مانگا انہوں نے دھکے دیئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لات ماری گھر

آگ لگادی وغیرہ۔نعوذ باللہ من ذٰلک۔

یہ اہل بیت کی صریح توہین نہیں ہے تو کیا ہے۔ پھر یہ سرکار علی رضی اللہ عنہ کی غیرت کوللکارنا نہیں ہے، تو کیا ہے۔ بلکہ کتب شیعہ میں یہاں تک مرقوم ہے سرکار فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس مسئلہ میں سرکار علی رضی اللہ عنہ کوسخت الفاظ میں ڈانٹا۔اب تم رحم مادر میں بچے کی طرح گھر میں چھپ گئے ہو وغیرہ۔ (حق الیقین ۱/۱۲۵)

یہ وہ امور ہیں جو شیعہ کے گستاخ اہل بیت ہونے کو کافی وشافی ہیں ہم نے لانورث روایت کی ثقاہت وتخریج فریقین کی کتب سے بیان کردی ہے۔اور معترض کے سوال میں مذکور ازواج و دیگر اہل بیت کے خرچ کا استثناء بھی حدیث کے صریح الفاظ میں دکھادیا ہے۔

11- یہ آیت کریمہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان وقائع کوشامل نہیں ہے۔

اولاً، اگر ان کواس میں شامل مانا جائے، تو قرآن مجید کی بیشمار آیات سے تعارض اور مخالفت لازم آتی ہے۔ جن میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کومقبول الایمان اور جنتی اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی بشارات دی گئی ہیں۔لہٰذا اس آیت کریمہ کی تاویل و توجیہ آسان ہے اور سینکڑوں محکم آیات سے اعراض خالص گمراہی و بے دینی ہے۔لہٰذا اس آیت سے ان آیاتِ کثیرہ کے معارض استدلال باطل ہوا۔

ثانیاً آیت مذکورہ کی شرائط وقائع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر صادق نہیں آسکتیں۔اہل نہروان میں بالاتفاق ایمان کی شرط نہیں تھی اہل جمل کے ساتھ معرکہ میں قصد وارادہ نہ تھا۔اس کا ثبوت وذکر آگے آئے گا، اہل صفین میں گوایمان کامل اور فی الجملہ قصد وتعمد پایا گیا مگر وہ تاویل پر مبنی تھا۔سورۃ حجرات کی آیت میں تاویلاً قتال کا جواز موجود ہے۔اور اس کے ساتھ ہی سرکار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کا نہج البلاغہ میں اہلِ صفین کے متعلق فیصلہ تو ان کوقطعی مومن اور مسلمان بتلاتا ہے۔اوران کی تنقیص شان سے روکتا ہے۔اس اعتبار سے سرکار علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی یہ آیت اہلِ صفین کوشامل نہ رہی۔

ثالثاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نیک نیتی سے قتال ہوگیا آیت میں قتل پر وعید ہے۔قتل و

قتال میں فرق نہ کرنا بے انصافی ہے۔

اب ہم ان کی کتب شیعہ سے اس سوال کا الزامی جواب نقل کرتے ہیں۔ معترض کا یہ فتویٰ بالا خود سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر فٹ آتا ہے۔ اس لیے کہ سرکار علی رضی اللہ عنہ اشجع الناس اور شیر جنگ تھے۔ ان جنگوں میں سفک و عار سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے ہوا۔ خود سرکار علی اس کی ذمہ داری اپنے سر لیتے ہیں۔ زرین جیش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے ہی فتنہ کی آنکھ پھوڑی ہے۔ اگر میں نہ ہوتا تو نہ اہل نہروان قتل ہوتے اور نہ جمل والے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۲۳۱)

اہلِ نہروان بھی بظاہر قوم کفار نہ تھی اور نہ ہی سرکار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی تھے۔ بلکہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شیعہ تھے۔ جن کے ہاں امامت منصوص من اللہ تھی۔ اور اس کے بارے شورٰی کے فیصلوں کو باطل جانتے تھے۔ کشف الغمہ میں ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب (شیعہ) میں سے ۴۰۰ کی جماعت الگ ہوگئی۔ جو بڑے نیک اور عبادت گزار تھے۔ انہوں نے کوفہ سے نکل کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کھلی مخالفت شروع کر دی وہ کہتے تھے کہ فیصلہ تو اللہ کا مانا جاتا ہے جو بندے خدا کی نافرمانی کریں ان کی اطاعت کیسی ان کے ساتھ مزید آٹھ ہزار (شیعہ) مل گئے اور یہ بارہ ہزار ہو گئے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۲۶۴)

ان غدار شیعہ سے سرکار علی رضی اللہ عنہ کو وہ جنگ کرنا پڑی جس کی خبر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ارشاد فرما دی تھی کہ اس گروہ کو وہ جماعت قتل کرے گی جو حق کے قریب ہوگی۔ چنانچہ سرکار علی رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کر کے اللہ کا شکر ادا کیا۔ (تاریخ طبری ۸۹/۵)

اب معترض کا فتویٰ خود ساختہ خود سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر لگ رہا ہے۔ بتلایئے کیا یہ محبت علی رضی اللہ عنہ ہے یا دشمنی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہے۔ اہلِ جمل کے شہداء کے حوالہ سے یہ بات بنیادی ہے کہ سرکار سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بلوائیوں نے مدینہ منورہ پر قبضہ کر لیا اور اہلِ اسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت پر تنگی شروع کر دی گئی۔ اور بلوائیوں کے اس قبضے کا سرکار علی رضی اللہ عنہ کو اقرار ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے قصاص کے مطالبے کے

لیے سرکار ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ وزبیر اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام نکلے اور غدار شیعہ نے سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان کے خلاف اُبھارا۔ دونوں فریق آمنے سامنے ہو گئے۔ سرکار علی رضی اللہ عنہ نہ ہی قصاص سے انکاری تھے اور نہ ہی سرکار اُم المومنین رضی اللہ عنہا وغیرہ صحابہ کرام سرکار علی رضی اللہ عنہ کے باغی ومخالف بلکہ وہ تو فراہمی لشکر سے سرکار علی رضی اللہ عنہ کی قصاص کے سلسلے میں معاونت کرنا چاہتے تھے چنانچہ مصالحت کی بات چیت مکمل ہو گئی۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سرکار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اپنا قاصد بھیج کر بتلایا کہ وہ بلاشبہ صلح واتفاق کے لیے آئی ہیں۔ پس دونوں طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ (طبری ۴/۴۸۹)

پھر سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ محبت دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سرکار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے پر پھر خلیفہ حضرت عمر پر پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر جمع کر دیا۔ پھر اُمت میں یہ اختلاف کا حادثہ پیش آیا۔ یہ فتنہ باز (شیعہ) دُنیا کے طالب ہیں اس اُمت پر اللہ کی نعمت اتفاق پر حسد کرتے ہیں اسلام اور اس کی اصلاحات کو پسِ پشت ڈال کر دورِ جاہلیت میں لانا چاہتے ہیں پھر فرمایا سنو میں کل واپس ہونے والا ہوں تم بھی واپس چلو۔ اور میرے ساتھ ان میں سے کوئی بھی نہ چلے۔ جس نے قتل عثمان رضی اللہ عنہ میں مدد کی ہو۔ (طبری ۴/۴۹۳، البدایہ والنہایہ ۷/۳۳۹، ابن خلدون ۲/۱۰۷۹)

اس خطبہ کے بعد تمام بلوائیوں کے لیڈر جمع ہوئے اور یہ تمام ڈھائی ہزار کے قریب تھے ان میں صحابی کوئی بھی نہ تھا۔ اور کہنے لگے یہ عجیب بات ہے کہ اللہ کی قسم حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ کی کتاب کو قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کرنے والوں سے زیادہ جانتے ہیں۔ اور اس بات پر عمل کرنے کے زیادہ قریب ہیں اور تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ سُن چکے ہو تم دونوں لشکروں کے درمیان ان میں گھل مل کر سو جاؤ، رات میں اُٹھ کر تلوار چلانا شروع کر دینا۔ علی رضی اللہ عنہ کے لشکری کہیں گے کہ طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما وغیرہم نے غداری کی ہے۔ اور وہ کہیں گے کہ علی رضی اللہ عنہ نے غداری کی ہے۔ اور تم اس تدبیر سے قصاص سے بچ جاؤ گے۔ اور مسلمان فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے جو تمہارا مقصود ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سرکار علی رضی اللہ عنہ اور سرکار اُم

المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بہت روکنے کی کوشش کی۔ مگر اس کی روک تھام نہ ہو سکی اس لیے کہ ہر فریق سے گمان کر رہا تھا کہ دوسرے نے بدعہدی کی ہے۔ اس صورت حال میں ان تمام تر امور کی ذمہ داری ان بلوائیوں پر عائد ہوتی ہے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام نہاد منتخب (شیعہ) بنے ہوئے تھے تو معترض کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس آیت کا مصداق ٹھہراتی اس کی خباثت ہے۔ پھر سرکار علی رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بکواس کی تو سرکار علی نے فرمایا کہ اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مومنوں کی ماں ہیں اور تم اپنی ماں کے بارے بکواس کرتے ہو۔ تو جو بکواس کرے گا اس نے ضرور کفر کیا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب ۲/۱۴)

کیا سرکار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس آیت کے مصداق سے بے خبر تھے اور تمہیں صدیوں بعد اس کی خبر ہوگئی۔

اہل صفین کا معاملہ بھی اس کے قریب ہی ہے۔ اس میں بھی مصالحت کی بیشمار کوششیں کی گئیں مگر سبائیوں کی سازشوں کی وجہ سے حالات سنگین تر ہوتے گئے اور یہ جنگ صفین کی صورت اختیار کر گیا اس کی بنیاد بھی وہی ہے جو اہلِ جمل کی ہے۔ یعنی قصاص کا مطالبہ، مگر اس سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان تمام مقتولین کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرا کر آیت مذکورہ کا مصداق بتلانا معترض کی خباثت ہے۔ پوری اُمت مسلمہ خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سرکار علی المرتضیٰ سرکار امام حسن سرکار امام حسین رضی اللہ عنہم تو اس کا مصداق سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو نہیں ٹھہراتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں اگر تمہارے نزدیک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ہی اس آیت کے مصداق ہیں تو سرکار علی رضی اللہ عنہ اس جنگ کے بعد سرکار معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے بھائی قرار دے کر ان سے صلح کرنا اور سیدنا امام حسن و حسین کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کی بیعت کرنا ان کو حکومت دینا کیا یہ ظاہر کرتا ہے کہ ایک ابدی جہنمی سے سرکار حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے بیعت کی۔ نعوذ باللہ من ذلك۔

تمہارے اس خبیث استدلال و فتوی سے سرکار علی اور سرکار امام حسن و امام حسین

رضی اللہ عنہم بھی محفوظ نہیں رہتے۔ پھر کیا ابدی جہنمی کے لیے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں فرماتے رہے۔ نعوذ باللہ۔

حالانکہ اس پر اُمت کا اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے رحمت یقیناً مستجاب ہے۔ ان مقتولین کے قتل کے ذمہ دار سرکار معاویہ رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ قاتلین عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ہاں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سرکار علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آنا اجتہادی خطا ہے۔ اس کو ایمان و کفر کی لڑائی سمجھنا بے وقوفی اور جہالت ہے۔ خود سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کا فیصلہ فرمایا کہ میرا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کا رب ایک، نبی ایک، اسلام کی دعوت ایک۔ ہم ان پر اللہ پر ایمان اور نبی کریم کی تصدیق میں کمی و زیادتی کا دعوٰی ہرگز نہیں کرتے اور نہ ہی وہ یہ دعوٰی کرتے ہیں۔ ہمارا اختلاف خونِ عثمان غنی میں ہے حالانکہ ہم اس سے بری ہیں۔ (نہج البلاغہ ۲/۱۱۴)

مزید ارشاد فرمایا کہ ان (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) کی طرف کفر کی نسبت نہ کرو۔ اور ان کے بارے کلمات خیر ہی ادا کرو اس لیے کہ ہم نے گمان کیا کہ انہوں نے ہمارے ساتھ بغاوت کی ہے اور یہی گمان انہوں نے کیا۔ (ابن عساکر ۱/۳۴۹)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان حضرات (جمل و صفین) کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ان کی طرف کفر و شرک کی نسبت نہ کرو اس لیے کہ وہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے ساتھ بغاوت کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۸/۷۰۷، سنن کبریٰ للبیہقی ۸/۱۷۲، تفسیر قرطبی ۱۶/۳۲۴)

یہی روایت شیعہ کی معتبر کتاب قرب الاسناد صفحہ ۴۵ پر ہے۔ مزید ارشاد فرمایا کہ ہم ایک دوسرے کی تکفیر نہیں کرتے۔ ہم دونوں اپنے آپ کو حق پر تصور کرتے ہیں۔

(قرب الاسناد صفحہ ۴۵)

مزید یہ کہ سرکار علی رضی اللہ عنہ ان پر کفر کا اطلاق درست نہیں مانتے۔ پکا مومن ہونا فرماتے ہیں۔ (ابن عساکر ۱/۳۴۰، المنتقی للذہبی صفحہ ۲۲۵)

اب معترض کو سوچنا چاہیے کہ اس کے اس خبیث استدلال اور فتوی کے ذمہ دار سرکار علی بنتے ہیں۔ پھر سرکار علی رضی اللہ عنہ نے دونوں طرف کے مقتولین کو جنتی قرار دے دیا۔

(مجمع الزوائد ۵/۳۵۶)

اب معترض بتائے کہ اس آیت کا مصداق کون ہے۔اس کی خبیث سوچ کے مطابق تو اس کے فتوی سے سرکار علی رضی اللہ عنہ بھی نہیں بچتے۔پھر سرکار امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی ہے۔اس کو خود شیعہ اکابر نے بھی بیان کیا ہے۔

(دیکھیے: اخبار معرفۃ الرجال المعروف رجال کشی ا/ ۳۲۵، جلاء العیون صفحہ ۲۶۰)

معترض کے اس خبیث استدلال سے سرکار حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بھی محفوظ نہیں رہتے۔معلوم ہوا، معترض اہلِ بیت کا محب یقیناً نہیں بلکہ دشمن ہے۔

12- یہ بات درست ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ظاہری میں بعض منافقین موجود تھے۔مگر وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کے مقابلے میں ایک فیصد بھی نہ تھے ان کو کثرت بتلانا نری دھوکہ دہی ہے۔صحابہ کرام کی مختلف غزوات میں تعداد بڑھتی گئی حتیٰ کہ غزوہ تبوک میں ۷۰۰۰۰ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔اور حجۃ الوداع میں ایک لاکھ سے بھی زائد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے اس کو شیعہ عالم نور اللہ شوستری نے مجالس المؤمنین صفحہ ۱۵۳ پر تسلیم کیا ہے۔جبکہ منافقین کی تعداد تین سے چار سو تک مذکور ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان منافقین کی خوب مذمت فرمائی ہے۔اور ان کی خباثت کی نقاب کشائی فرمائی ہے۔اور پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھرے مجمع میں ان کو اہلِ اسلام سے جدا کر کے دفع کر دیا۔ان کی اس ذلت و رسوائی سے وہ اہلِ اسلام سے جدا ہو گئے۔اور اسی طرح یہ لوگ معدوم ہو گئے۔کچھ جو بچے وہ منکرین زکوٰۃ وغیرہ کی صورت میں سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور مبارک میں مقتول ہو کر واصل جہنم ہو گئے۔اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال باکمال کے موقع پر وہ باقاعدہ گروپ کی شکل میں تو موجود ہی نہ تھے اور نہ ہی اہلِ اسلام سے ان کا کوئی تعلق تھا جو گروپ کی صورت میں کسی سے الحاق کرتے۔اور نہ ہی انفرادی صورت میں کوئی تعلق پیدا کرتے یا کسی صورت میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شمولیت کرتے۔یہ کیسے ممکن تھا۔اس لیے کہ ان کے نفاق و خباثت کا اظہار تو ہو چکا تھا، جس کی وجہ سے خدا اور رسول نے ان کو مردود بارگاہ کر دیا تھا۔

پھر رسول اکرم ﷺ کے وصال باکمال کے بعد بنو ہاشم کو حکومت کے مدمقابل پارٹی کہنا بدترین جھوٹ ہے۔ جب بنو ہاشم کے سردار سرکار علی رضی اللہ عنہ نے سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ تو سب بنی ہاشم نے بیعت صدیقی کر لی تھی۔ اور یہ بیعت صدیقی تو ان حضرات اہلِ بیت کی شیعہ کو بھی مسلم ہے۔ خواہ تقیۃً ہی ہو۔

(دیکھیے: روضہ کافی صفحہ ۱۱۵، احتجاج طبرسی ۱/ ۴۸، اصول کافی ۱/ ۲۴۶)

تو بنی ہاشم مستثنیٰ نہ رہے اور نہ الگ رہے۔ نور اللہ شوستری نے سرکار علی رضی اللہ عنہ سمیت سب بنی ہاشم کا بیعت صدیقی تقیۃً کر لینا بیان کیا ہے۔

حضرت امیر و سائر بنی ہاشم از روئے اکراہ با ابی بکر بظاہر بیعت کردند۔

(مجالس المؤمنین صفحہ ۲۲۴)

اور پھر ان ائمہ اہلِ بیت کی ظاہری موافقت اور اندرونی منافقت نعوذ باللہ اسی طرح بیان کرنا شیعہ کا ہی حصہ ہے۔ کسی مسلمان کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی۔

ہماری اس گفتگو سے یہ ثابت ہو گیا منافقین کا معمولی ٹولہ رسول اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ ظاہری اور اس کے متصل ہی خدائی اطلاعات کے مطابق معدوم اور نیست و نابود ہو گیا۔ اس گروہ کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر منطبق کرنا شیعہ کی خباثت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس لیے کہ منافقین کو رسول اکرم ﷺ نے نام لے لے کر مسجد سے نکالا اور کسی ضعیف روایت سے بھی ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نام لے کر نکالنا ثابت نہیں ہے۔ پھر سرکار علی رضی اللہ عنہ کا ان کی مدح و تعریف کرنا ان کے مشیر بننا ان کی اقتداء میں نمازیں ادا کرنا ان سے رشتہ داری کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کامل الایمان اور جنتی ہیں۔ اس کے خلاف نظریہ رکھنے والا یقیناً خود جہنمی ہے۔ اور اہلِ بیت کا دشمن ہے ہم بطور نمونہ صرف ایک ارشاد عالی سرکار علی رضی اللہ عنہ کا نقل کر رہے ہیں۔ سرکار علی نے ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! میں تمہیں نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ انہیں برا نہ کہو۔ اس لیے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی کام خلاف اسلام نہیں

کیا۔ اور نہ ایسا کرنے والوں کو دوست بنایا۔ اور نہ پناہ دی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے متعلق بھی یہی وصیت فرمائی ہے۔ (بحارالانوار ۲۲/۳۰۶)

اور خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روشن ستاروں کی طرح ہیں جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔

(بحارالانوار ۲۲/۳۰۷، عیون الاخبار ۲/۵۷، انوار نعمانیہ ا/۱۰۰، معانی الاخبار صفحہ ۱۵۶)

اب معترض کو خود سوچنا چاہیے کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن درحقیقت خود سرکار علی رضی اللہ عنہ پر طعن ہے۔

13- معترض کے بقول سرکار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سمیت خلفاء ثلاثہ کی خلافت قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے معترض کا یہ کہنا غلط باطل و مردود ہے۔ اس لیے کہ ان کی خلافت کے لیے قرآن و حدیث میں متعدد اشارے موجود ہیں اور قطعیت کے ساتھ ان کی خلافت منصوص من اللہ ہونے کا تو ہمارا دعوٰی ہی نہیں ہے بلکہ یہ دعوٰی شیعہ کا سرکار علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلافصل ہونے کا منصوص من اللہ کا ہے۔ تو یہ ثبوت تو ان کے ذمے ہے ہم اپنے دلائل تو قرآن و حدیث سے ابھی نقل کریں گے۔ اولاً تو اس کا اجماع کو معمولی سمجھنا بالکل اس کی جہالت و حماقت کا منہ بولتا ثبوت ہے اس لیے کہ اس کا ثبوت تو قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔ ارشاد باری تعالٰی ہے:

ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدٰى و يتبع غير سبيل المومنين نوله ما تولّٰى و نصله جهنم و ساءت مصيرًا۔ (پ۵ سورۃ النسآء)

دخول جہنم کے لیے صرف مخالفت رسول ہی کافی تھی، مگر پھر بھی رب تعالٰی نے مومنین کے راستہ کے غیر کا ذکر کیا ہے۔ اس لیے کہ سبیل المومنین اتباع نبوی سے جدا نہیں ہے۔ جب اتباع نبوی سے یہ مومنین کا اجماع جدا نہیں ہے تو خلفاء ثلاثہ کی خلافت کیسے مستثنٰی ہو گئی۔

خلفاء ثلاثہ کی خلافت پر اس آیت کریمہ میں اشارہ موجود ہے۔ ارشادِ باری تعالٰی ہے:

وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم و عملوا الصّٰلحت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ (پ۱۸سورۃ نور)

اس آیت کریمہ میں خلفاء راشدین کی خلافت کی طرف اشارہ موجود ہے اور جن امور کو ان کی بطور عداوت بیان کیا ہے وہ ان کے ادوار میں کماحقہ موجود تھیں اس پر ہم کتب شیعہ سے بھی دلائل پیش کر سکتے ہیں خوف طوالت کی وجہ سے ترک کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی دیگر آیات اس کے ثبوت پر موجود ہیں۔ صرف اختصار مانع ہے۔ اب ہم خلفاء ثلاثہ کی خلافت پر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احادیث بے شمار احادیث میں سے نقل کر رہے ہیں۔

1- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کے لیے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں آسمان والوں میں میرے دو وزیر جبرائیل و میکائیل علیہما السلام ہیں زمین والوں میں میرے دو وزیر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

(جامع ترمذی ۲/۲۰۹، مشکوۃ المصابیح صفحہ ۵۶۰، مصابیح السنۃ ۴/۱۶۳، مستدرک للحاکم ۲/۲۶۰، مسند ابن الجعد ۱/۲۹۸، الفردوس ۱/۳۸۲، ابن عدی ۲/۵۱۷)

2- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر و عمر۔

''تم میرے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا''۔

(مشکوۃ المصابیح صفحہ ۵۶۰، مصابیح السنۃ ۴/۱۶۲، جامع ترمذی ۲/۲۰۷، سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۰، مستدرک ۳/۲۹۰، صحیح ابن حبان ۱۰/۲۵، مسند امام احمد ۵/۳۸۲)

3- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گزشتہ رات ایک نیک آدمی کو خواب دکھایا گیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منسلک کر دیا گیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور عثمان رضی اللہ عنہ کو عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے اُٹھے۔ تو ہم نے کہا کہ اس نیک آدمی سے مراد تو خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور ان کو اس ذمہ داری کو سنبھالنا ہے۔ جس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

(سنن ابوداؤد ۲/ ۲۸۸، مسند احمد امام ۳/ ۲۵۵، ابن حبان ۱۵/ ۳۴۳، مستدرک ۳/ ۱۰۹، السنۃ لابن ابی عاصم ۲/ ۵۳۷)

3- اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے عثمان رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص (خلافت) پہنائے گا۔ اگر لوگ و فی روایۃ منافقین اس کو اتارنا چاہیں تو اسے مت اُتارنا۔

(جامع ترمذی ۲/ ۲۱۰، مسند امام احمد ۶/ ۱۴۶، ابن حبان ۱۵/ ۳۴۶، ابی شیبہ ۷/ ۵۱۵، موارد الظمآن ۱/ ۵۳۹، مستدرک ۳/ ۱۰۶، السنۃ ۲/ ۵۶۲)

اب کتب شیعہ سے چند احادیث پیش خدمت ہیں:

1- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مجلس میں آنے کے وقت فرمایا کہ انہیں اندر آنے کی اور جنت اور میرے بعد خلافت کی بشارت دے دو۔ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی جنت اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کی بشارت دے دو۔ (تلخیص الشافی ۳/ ۳۹)

2- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ بے شک ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ اس کے بعد تیرے والد عمر رضی اللہ عنہ۔

(تفسیر قمی ۲/ ۳۷۶، تفسیر صافی ۴/ ۷۱۶)

3- میرے بعد سلطنت کے مالک والی ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے بعد تیرے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ (مجمع البیان ۱۰/ ۳۱۴)

4- تفسیر منہج الصادقین میں اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا تذکرہ فرمایا۔

(تفسیر منہج الصادقین)

5- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال باکمال کے بعد مسجد نبوی میں سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو مجمع عام میں فرمایا کہ گواہ ہو جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بنایا ہے۔ (تفسیر صافی ۲/۱۶۱ ۵، قمی ۲/۳۰۱)

اس پر اجماع تو خود معترض کو بھی تسلیم ہے۔ اور اجماع کے بارے سرکار علی المرتضیٰ کا فرمان سُن لو۔ نہج البلاغہ میں ہے کہ سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سوادِ اعظم کا دامن پکڑ لو۔ اس لیے کہ اللہ کا دست قدرت جماعت پر رہوتا ہے۔ علیحدگی اور تفرقہ بازی سے بچو، اس لیے کہ جماعت سے الگ شیطان کا شکار ہے۔ جیسے ریوڑ سے الگ بکری بھیڑیے کا شکار بن جاتی ہے۔ (نہج البلاغہ صفحہ ۲۶۱)

معلوم ہوا، خلافت ثلاثہ خلفاء کا انکار معترض کی خباثت ہے اور سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ حق پر مذہب اہلِ سُنّت ہی ہے۔

14- یہ سوال نمبر ۱۱ کا ہی چربہ ہے وہاں ان کی بحث تفصیل سے گزر چکی ہے۔ از راہِ انصاف فیصلہ کیجئے کیا ان حضرات کی طرف سے علی الاعلان خلیفہ وقت کی مخالفت ہوئی یا خلیفہ برحق سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے باغی قاتلوں سے قصاص کا جائز اور آئینی مطالبہ تھا۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس موقف کو خود نور اللہ شوستری شیعہ نے مجالس المومنین میں ۱/۲۲۶ پر بیان کیا ہے۔ اس میں حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے اسی مؤقف پر اہلِ بصرہ کی ایک بڑی جماعت کا آپ کے ساتھ ہونا بیان کیا ہے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مؤقف بھی بادلائل بیان کیا جا چکا ہے۔ نہج البلاغہ کے حوالہ سے سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو قصاص عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو واجب جاننا اور اپنے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کو صرف دم عثمان رضی اللہ عنہ میں منحصر کر دینا بیان ہو چکا ہے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس اختلاف کو دم عثمان رضی اللہ عنہ میں منحصر ہونا حق الیقین میں بھی مرقوم ہے، گویا سرکار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت مولا علی رضی اللہ عنہ کے انکاری نہ تھے۔ بلکہ آپ کے ماتحت امیر رہنا اور بیعت کرنا چاہتے تھے مگر ان کو تو مجبوراً اپنے دفاع کے لیے میدان میں آنا پڑا۔

خلیفہ کی مخالفت کا اعتراض اس اعتبار سے بھی باطل و مردود ہے کہ حضرت امیر معاویہ اور حضرت طلحہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہم خلافت کے تو طالب نہ تھے وہ تو قصاص دم عثمان رضی اللہ عنہ کے

طالب تھے۔اور یہ صرف ان کا ہی مؤقف نہ تھا۔ بلکہ مجالس المؤمنین میں مرقوم ہے کہ جنگ صفین میں قریش کے صرف ۵ آدمی تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔اور قریش کے ۱۳ قبیلے بمع اپنے افراد خانہ واسباب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ (مجالس المؤمنین ۱/۴/۲۷)

اس لیے یہ حضرات سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے مخالفین کے زمرہ میں ہرگز نہیں آتے اور نہ ہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنا مخالف و دشمن مانا۔ ہاں قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے طریق کار میں اختلاف ضرور تھا۔ جو غلط فہمی اور اجتہادی اختلاف پر مبنی ہے۔ ایسے اختلاف پر گو جنگ کی نوبت ہی کیوں نہ آجائے۔ اسے خلیفہ کی مخالفت اور دشمنی قرار دینا غلط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنا بھائی قرار دے رہے ہیں حوالہ جات گزر چکے ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام اپنے بھائی کے اس خیال پر سر اور داڑھی پکڑی اور زدوکوب کرنا چاہا۔ (القرآن)

ایک اسرائیلی کی مدد کے سلسلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی کو بطور تنبیہ ایک مُکا مارا۔ وہ مر گیا۔ دوسرے دن اسی اسرائیلی نے اپنی مدد کے لیے بلایا تو اس کو آپ نے لغوی مبین کھلا گمراہ قرار دیا۔ (القرآن پ ۲۰)

پھر سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے پر آپ کے شیعہ نے آپ کو مذل المومنین وغیرہ الفاظ بد سے یاد کیا۔ جلاء العیون وغیرہ میں صراحۃً مرقوم ہے۔ مگر وہ تو امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے دشمن نہ تسلیم کیے گئے۔ آخر کیوں؟ سفیان بن یعلیٰ یہ الفاظ کہنے والا تھا۔ مگر وہ تو مردود نہ ہوا۔ خلیفہ کی مخالفت کا الزام اس کے سر نہ تھوپا گیا۔ اگر ان اختلافات میں ان حضرات پر کفر کا فتویٰ نہیں لگ سکتا تو یہ حضرات جمل و صفین کیوں معتوب ہیں؟ لہٰذا خلیفہ رسول کی مخالفت کی سزا کا سوال ہی عبث ہے۔ یہاں اس کا اطلاق ہی نہیں ہے۔ اور اگر بفرض غلط خلیفہ رسول کی مخالفت ہی ہے۔ اور اس کی جو سزا تم اپنے گمان میں رکھے ہوئے ہو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ان کو اپنا بھائی کہنا قرب الاسناد سرکار حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا انہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا۔ (جلاء العیون، رجال کشی)

ان حضرات کے بیعت کرنے پر کیا فتوی ہے کہ جنہوں نے خلیفہ رسول کی مخالفت کرنے والوں کو اپنا بھائی کہا اور ان کی بیعت کی، اب شیعہ سوچ کر جواب دیں اور معترض کو سرکار علی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کے اس عمل کو پڑھ کر ڈوب مرنا چاہیے۔

15- معترض کے اس سوال کا جواب گزشتہ اوراق میں سوال نمبر ۱۱-۱۴ میں مرقوم ہو چکا ہے۔ اس پر مزید یہ باتیں قابلِ تحریر ہیں کہ منطقی اصول کے مطابق تناقض و تضاد کیلئے آٹھ وحدتوں کا اجتماع شرط ہے۔ ان میں ایک جہت بھی ہے۔ اگر جہت و حیثیت بدل جائے۔ تو دونوں باتیں صادق ہو سکتی ہیں سرکار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلافت کا نظم و نسق بچانے کے لیے تلوار اُٹھاتے ہیں اور بحیثیت خلیفہ سچے ہیں اور حضرات طالبین قصاص انتظام مملکت میں خلل یا خلیفہ کی تبدیلی کے لیے یہ اقدام نہیں کرتے۔ بلکہ خلافت کے وقار کو سنبھالنے اور باغیوں سے قصاص لے کر خلافت کو مزید مستحکم کرنے کے لیے ناگزیر یہ راہ اختیار کرتے ہیں جب قتال کی علت مختلف ہوگئی۔ تو اختلاف علی شیٔ واحد نہ رہا۔ اپنے اپنے مؤقف میں دونوں سچے ہوئے۔ معترض کا خیالی دستورِ انسانی اور اصول فلسفہ باطل ہو گیا۔

ہاں یہ امر اہلِ سُنّت میں مسلمہ ہے کہ ان شاجرات میں سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مصیب ہونا برحق ہے۔ مگر دوسرے حضرات کی خطاء اجتہادی تھی۔ مگر ان پر اس وجہ سے طعن جائز نہیں ہے اس لیے کہ خلافت و امارت میں طرفین کا نزاع نہ تھا۔ تو مجتہد اگر مصیب ہو تو اس کو دوگنا اجر ملتا ہے۔ اور اگر خطاء اجتہادی اس سے ہو تو اس کو ایک گنا اجر ملتا ہے۔ یہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بخاری میں یہ ارشاد مبارک موجود ہے۔ انسان صرف حسن نیت کا مکلف ہے، فکر و عمل میں سہو و نسیان سے پاک دامن رہنے کا مکلف نہیں ہے۔ اور شیعہ علماء کے ہاں تو انبیائے کرام علیہم السلام سے سہو و نسیان بھی جائز ہے۔ (تو یہ حضرات تو بعد کی بات ہے)۔ (مجمع البیان پ ۷ صفحہ ۱۴۲)

خطاء اجتہادی پر دشمنی اور طعن و تشنیع اس بناء پر بھی جائز نہیں ہے۔ شیعہ کے ہاں تو ائمہ معصومین بھی اس سے محفوظ نہ رہے۔ خطاء اجتہادی کے حوالہ سے متعدد مثالیں نقل کی جا سکتی ہیں۔ صرف اختصار مانع ہے۔ رہا قاتل و مقتول دونوں کا جنت میں جانا تو یہ صراحت کے

ساتھ جمل وصفین والوں کے بارے سرکار علی رضی اللہ عنہ کا فرمان مجمع الزوائد کے حوالہ سے نقل ہو چکا ہے۔ سرکار علی رضی اللہ عنہ ان کو پکا مومن قرار دیتے ہیں ان کے خلاف گفتگو اور ان پر طعن کو ناجائز فرماتے ہیں۔ ان دلائل کی موجودگی میں ان حضرات پر طعن گویا سرکار علی وحسنین کریمین رضی اللہ عنہم پر طعن ہے۔ ان سے دشمنی درحقیقت اہلِ بیت سے دشمنی ہے۔ اور بعض اوقات قاتل ومقتول دونوں کا جنت میں داخل ہونا تو حدیث صحیح سے بھی ثابت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ ان دو بندوں پر خوشی کا اظہار فرماتا ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے۔ اور دونوں جنت میں داخل ہوتے ہیں مقتول اللہ کے راستے میں لڑتا ہے اور شہید ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ قاتل کو توبہ اور قبول اسلام کی توفیق دیتا ہے تو وہ بھی اللہ کے راستے میں لڑ کر شہید ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ صفحہ ۸۳)

معترض کا اعتراض اصولی طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات اہلِ بیت پر صادق آتا ہے اس لیے کہ سرکار علی رضی اللہ عنہ ان کو اپنا بھائی قرار دیں ان کے اسلام کی گواہی دیں اور ان سے صلح کریں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ان سے نذرانے وصول کریں ان کے ہاں رشتہ داریاں کریں ان کی بیعت کریں ان کے اسلام کی گواہی دیں اور آج یہ ان کا نام نہاد محب انہیں حضرات کے ممدوح کی تنقیص شان کریں ان کو نہ جانے کن کن الفاظ بد سے یاد کریں۔ تو انصاف سے کہیے کہ اس سے ان اعتراضات کی زد میں یہ حضرات اہل بیت آئے یا نہ آئے۔ معترض کو تو ائمہ اہل بیت کے ان اقوال وافعال کو پڑھ کر ڈوب مرنا چاہیے۔

16- جلیل القدر ائمہ محدثین کرام نے اسی قسم کی روایات کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ اس لیے معترض نے اس روایت کا حوالہ نہ بتانے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ حالانکہ اصولی طور پر معترض کو اس روایت محولہ کا حوالہ دینا چاہیے تھا۔ لیکن چور مال مسروقہ کا اتہ پتہ کیسے بتا سکتے ہیں۔ احادیث گھڑنا اپنے مذہب کے لیے یہ شیعہ کا محبوب مشغلہ ہے۔ اس کو ابن ابی حدید شیعی نے تسلیم کیا ہے۔ (شرح نہج البلاغہ ۳/۱۷)

اس قسم کی روایات محولہ کو ائمہ محدثین کرام نے موضوع قرار دیا ہے۔
(العلل المتناہیہ صفحہ ۱۵۸، اللالی المصنوعہ ۱/۳۷۹)

معترض نے جن الفاظ سے روایت نقل کی ہے کتب حدیث معتبرہ میں تو ہمیں نہیں ملی البتہ شیعہ کی کتاب الروضہ صفحہ ۳۰۵ میں مرفوع کی بجائے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے قول کے طور پر موجود ہے مگر اس میں یہ روایت ان الفاظ سے مرقوم ہے۔اول دن میں ان الفاظ سے ندا ہوگی جو الفاظ معترض نے نقل کیے اور آخر دن میں یہ ندا ہوگی:

الا ان عثمان و شیعته هم الفائزون۔

خبردار! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی کامیاب ہیں۔(کتاب الروضہ صفحہ ۳۰۵)

تو بات واضح ہوگئی کہ اس روایت سے شیعہ کا استدلال باطل و مردود ہے۔اس لیے کہ اس میں سرکار علی رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں سے مراد بھی اہلِ سُنّت ہیں اور اہلِ سُنّت کی حقانیت تو خود رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے بحوالہ کتب شیعہ ثابت ہے۔ملاحظہ کیجئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص محبت اہل بیت آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فوت ہوا، وہ سنت جماعت پر فوت ہوا۔(جامع الاخبار صفحہ ۱۸۹، کشف الغمہ ۱/۱۰۷)

جو شخص مذہب اہلِ سُنّت پر مرے گا، اس کو قبر کا عذاب نہ ہوگا، اور قیامت کی سختیوں سے محفوظ رہے گا، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو (اہلِ سُنّت) جماعت کو دوست رکھے گا، اس کو اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتے محبوب رکھیں گے۔(جامع الاخبار صفحہ ۸۷)

سرکار علی المرتضیٰ خود بھی اہلِ سُنّت تھے انہی کو محبوب رکھتے تھے فرماتے ہیں کہ اہلِ سُنّت وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ جو اس نے ہمارے لیے مقرر فرمادیا کو تھاما ہوا ہے۔(الاحتجاج طبرسی ۱/۵-۳۹۴)

ان روایات سے اہلِ سُنّت ہی کا محبّ اہل بیت ہونا اور جنتی وحق پر ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔

دوسری طرف ائمہ اہلِ بیت کی مبارک نظروں میں ان شیعوں کا مقام دیکھ لیں۔سیدنا

علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا حقیقی محب تو وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کرنے والا ہے بایں معنی سرکار علی رضی اللہ عنہ کے عمر بھر تین یا چار شیعہ تھے۔ (روضہ کافی صفحہ ۳۳)

باقی تمام جم غفیر کو آپ نے وصال سے قبل کفر ونفاق کی سند دے دی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اثنا عشرہ فی النار کتاب الروضہ ۲۲۴ پر ارشاد فرماتے ہیں سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے ان شیعوں کے بارے ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم میرے خیال میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں (شیعوں) سے میرے حق میں کہیں بہتر ہیں جو اپنے آپ کو شیعانِ علی کہلاتے ہیں اور گمان کرتے ہیں حالانکہ انہیں لوگوں نے مجھے قتل کرنا چاہا۔ انہوں نے ہی میرا سامان لوٹا اور میرا مال چھین لیا۔ (ناسخ التواریخ ۱/۲۱۳)

کربلا کے میدان میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں ہمارے شیعوں نے ذلیل ورسوا کر دیا۔ (مقتل ابی مخنف صفحہ ۴۳)

امام رضا نے فرمایا کہ اگر ہم شیعوں کی تمیز کے طور پر تعریف کریں تو پھر یہ لوگ ایسے ہی ملیں گے کہ زبان سے تو بہت تعریفیں کرتے ہوں گے اور اگر ہم ان کا امتحان لیں تو صرف اور صرف مرتد ہی نکلیں گے اور اگر ان کا خلاصہ اور نچوڑ کر کے بیان کریں ان کے ایک ہزار میں سے ایک بھی خالص نہ ملے یہاں تک فرمایا کہ اپنی نشست گاہوں پر تکیہ لگا کر بیٹھیں گے اور اپنے کو شیعانِ علی کہیں گے۔ (مجمع المعارف صفحہ ۷)

معلوم ہوا کہ نوید وبشارت جنتی وحق پر ہونے کی اہلِ سُنّت کی خود کتب شیعہ میں موجود ہے۔ حقیقی حنفی وشافعی مالکی حنبلی بریلوی ہونا اہلِ سُنّت ہونے کو مستلزم ہے۔

17- اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اپنے فرزند و داماد حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے خوشگوار تعلقات تھے آپ کا بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر تنقید کرتا تھا تو آپ اسے ٹوکتیں تھیں کہ باز آجاؤ۔ ایک موضوع روایت کی بناء پر آپ کو اس جرم میں شریک کرنے کی ناپاک کوشش کی جاتی ہے حالانکہ اس واقعہ سے قبل اشتر نخعی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ اس شخص (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے قتل کے بارے آپ کی

کیا رائے ہے۔ فرمایا معاذ اللہ میں اماموں کے امام کے قتل کا حکم کیسے دے سکتی ہوں۔

(طبقات ابن سعد صفحہ ۳۵۶)

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے کبھی پسند نہ کیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی کسی قسم کی بے عزتی ہو اگر کبھی میں نے ایسا پسند کیا ہو، تو ویسی میری بھی ہو۔ خدا کی قسم میں نے کبھی پسند نہیں کیا کہ وہ قتل ہوں۔ اگر (بفرض غلط) کیا ہو تو میں بھی قتل کی جاؤں، اے عبیداللہ ابن عدی رضی اللہ عنہ اس کے بعد تم کو کوئی دھوکہ نہ دے۔ صحابہ کرام کے کاموں کی اس وقت تک تحقیر نہ کی گئی جب تک وہ فرقہ نہ پیدا ہوا۔ جنہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن کیا انہوں نے وہ کہا جو ان کو نہ کہنا چاہیے تھا، وہ پڑھا ہے جو نہ پڑھنا چاہیے تھا۔ (جزء خلق افعال العباد صفحہ ۷۶)

معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالف کہنا شیعہ کا بدترین جھوٹ ہے۔ جو کہ ان کی خباثت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جنگ جمل کے متعلق مصالحت حسن نیت اور اصلاحی اقدام پھر بلوائیوں کی سازش سے اچانک جنگ کا قصہ (سوال ۱۳ کے جواب میں بالدلائل مذکور ہو چکا ہے) اسے دشمنی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر محمول کرنا بدترین بدظنی ہے، جو کہ عام مسلمان کے بارے میں بھی حرام ہے۔ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ جنگ کے بعد سرکار علی رضی اللہ عنہ اور سرکار سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات ہوئی۔ تو ہر ایک نے گریہ وزاری کر کے معذرت اور امر جنگ سے لاعلمی ظاہر کی۔ دو اشخاص نے سیدہ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بارے بکواس کی تو سرکار علی رضی اللہ عنہ نے ان کو سو سو دُرّے کی حد لگائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ بخدا کہ یہ تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُنیا و آخرت میں اہلیہ اور تمہاری ماں ہیں۔ ان سے لغزش ہو گئی، ورنہ تم اور ان کے درمیان کوئی خصومت نہیں ہے۔ سرکار سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی اظہارِ برأت کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی دشمنی نہیں تھی۔ (کذا فی کشف الغمہ صفحہ ۲۱۴)

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فضائل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ و دیگر اہلِ بیت کے

مناقب کے متعلق بے شمار روایات مروی ہیں ترمذی میں سرکار علی رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف انہی سے مروی ہے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنتی جوانوں کی سردار ہونا بھی بخاری میں انہی سے مروی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آلِ عباس میں داخل ہونا اور اہلِ بیت ہونا بھی صحیح مسلم میں انہی سے مروی ہے، کئی بار ایسا ہوا، کہ مستفتی آپ سیدہ کی خدمت میں آتے تو ان کو جواب ارشاد فرما کر سرکار علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جانے کی ہدایت فرماتی تھیں۔

(مسند احمد جلد ۶/ ۱۵۵)

سرکار علی رضی اللہ عنہ سفر سے واپس آتے تو اپنے داماد کی ضیافت فرماتیں۔ (ایضا)

خوارج سے آپ کی مخالفت اور شہادت کا سُن کر حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ خدا علی رضی اللہ عنہ پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے۔ جب ان کو کوئی بات محبوب ہوتی تو فرماتے: صدق اللّٰہ و رسولہ اہل عراق ان پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ (مسند احمد ۱/ ۸۴)

ان میں اختلاف تو صرف قصاص خون عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر ہوا، اس سے دشمنی ثابت کرنا ان شیعوں کی نری خباثت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

معترض نے جس روایت کا حوالہ دیا کہ بڈھے نعثل کو قتل کر دو۔ یہ روایت غلط ہے۔ اس کی سند میں طبری کے حوالہ سے حسین بن نصر محمد بن تو یدہ طلحہ بن اعلم وغیرہ مجہول ہیں اس میں ایک راوی ابونصر بن مزاحم رافضی تھا، کس جرم کی پاداش میں اسے کوڑے لگائے گئے۔

محدثین کرام نے اس کی روایت کو ترک کر دیا عقیلی نے اس کو شیعہ اور اس کی روایت میں بہت زیادہ خطاء کا ہونا بتلایا ہے۔ ابوخیثمہ فرماتے ہیں کہ یہ پرلے درجے کا کذاب تھا۔ ابوحاتم نے اسے فضول روایات والا کہا ہے۔ اور فرمایا کہ اس کی روایت کو ترک کر دیا گیا۔ دارقطنی نے بھی اسے ضعیف کہا۔ (میزان الاعتدال ۴/ ۲۳۲، لسان المیزان ۶/ ۵۷)

اس کا تذکرہ خود کتب اسماء الرجال شیعہ میں بھی موجود ہے۔ (تنقیح المقال ۳/ ۲۷۰)

اس میں ایک راوی سیف بن عمر ہے۔ اس پر بھی کڑی جرح موجود ہے۔ لیس بشیء کچھ بھی نہیں۔ متروک الحدیث ومنکر الحدیث ہے۔ وضع وزندقہ سے مہتم ہے یحییٰ بن معین

نے ضعیف کہا۔اس کی حدیثیں منکر ہوتی ہیں۔ (میزان الاعتدال ۳/۲۵۵)

پھر اس کا راوی اسد بن عبداللہ مروی عنہ کا نام نہیں لیتا۔ثابت ہوگیا کہ یہ روایت من گھڑت ہے۔اس سے استدلال شیعہ کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

پھر درایۃً بھی یہ روایت باطل معلوم ہوتی ہے، اس لیے کہ متعدد روایات سے ثابت ہے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دفاع کیا ان کے قتل کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھا، قاتلین پر لعنت کی، سرکار علی رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کی تائید میں قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ پر لعنت کی۔ (طبری ۴/۴۹۳، المنتقی للذہبی صفحہ ۳۲۹)

سرکار عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حوالہ سے مرفوع روایت آپ سے مروی نقل ہو چکی ہے ایک روایت صریح مرفوع مسند ملاحظہ کریں جو اس معترض کے اس طعن کی تردید کرتی ہے۔سرکار عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت فرمایا تم لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو الزامات سے اسی طرح بری پایا۔جس طرح صاف ستھرا کپڑا میل سے دور ہوتا ہے۔پھر تم نے قریب قریب ان کو اس طرح ذبح کیا جس طرح مینڈھے کو ذبح کیا جاتا ہے کیا وہ اس سے قبل ایسا نہ ہوتا تھا۔یہ سن کر مسروق نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ آپ کا کام تو یہ ہے کہ آپ نے لوگوں کی طرح اپنا پیغام لکھوایا جس میں انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کا حکم دیا۔مسروق کہتے ہیں کہ میری یہ بات سن کر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم جس پر مومن ایمان لائے اور کافروں نے جس کا انکار کیا میں نے لوگوں کی طرف سفید کاغذ پر ایک حرف بھی نہ لکھا اس وقت تک کہ میں تمہارے سامنے اس مجلس میں بیٹھی ہوں اعمش کہتے ہیں کچھ شرارت پسندوں نے خود لکھ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کر دیا۔ (طبقات ابن سعد ۳/۸۲)

اس روایت کی سند صحیح ہے۔اس سے معلوم ہوا معترض کی روایت نقل کرو، کے الفاظ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان اور بدترین جھوٹ ہیں جو ان شیعوں نے گھڑے ہیں جیسا کہ بیان ہوا کہ اس کے راوی بھی رافضی شیعہ تھے۔میں معترض اور اس کے تمام ہمنواؤں کو چیلنج

کرتا ہوں، تمہاری پیش کردہ روایت کی سند مرفوع صحیح سند چاہے خبر واحد ہی ہو۔ پیش کردو مگر انشاء اللہ المولیٰ یہ ان کے بس کی بات نہیں ہے۔

پھر یہ نعثل کا لفظ تو قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ کی صرف زبان پر جاری تھا۔ سب سے پہلے یہ لفظ بولنے والا جبلہ بن عمر وساعدی تھا۔ (تحشیۃ الخطیب بر منتقیٰ صفحہ ۳۴۲)

اس لیے اس کی نسبت اُم المومنین سرکار رضی اللہ عنہا کی طرف کرنا غلط ہے۔

ہمارے ان تمام دلائل و شواہد سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ معترض کا اعتراض باطل ہے۔ سرکار عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں آئیں ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی نہیں تھی۔ ان کی آپس میں دشمنی بتلانا شیعہ کی خباثت ہے۔ ان کے آپس میں خوشگوار تعلقات پر ہم نے دلائل پیش کر دیئے ہیں۔ مگر معترض صرف زبانی جمع تفریق سے اپنا مزعومہ موقف ثابت کرنا چاہتا ہے۔ جو کہ ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا۔

18- معترض کو معلوم ہونا چاہیے کہ اہلِ سُنّت کے مجتہدین ائمہ اربعہ کی امامت نہ نبوت سے افضل نہ اس کے مثل اور نہ منصوص ہے۔ بلکہ یہ تو قرآن مجید اور سنتِ نبوی میں درپیش نئے مسائل کے لیے غور وفکر اور صواب درصواب کی تلاش میں اجتہاد کا نتیجہ ہے۔ غیر منصوص نئے مسائل میں اختلاف رائے تو خود حضرت امام باقر و امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما میں اور حضرت زید رضی اللہ عنہ اور دیگر اہلِ بیت میں موجود ہے۔ اور یہی اختلاف اُمت کے لیے رحمت فرمایا گیا۔ حادثات نو کے حل کے لیے اجتہاد و قیاس کی اہمیت ایک مسلمہ امر ہے۔ خود شیعہ کے ہاں بھی ہر زمانے میں مجتہد مع الشرائط کی ضرورت اور تقلید کا وجوب ہوتا ہے۔ خود ان میں ایسے مجتہدین سینکڑوں ہوتے ہیں جن کے اجتہاد اور فیصلے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اور اہلِ سُنّت کے ہاں ائمہ اربعہ کے مبارک اقوال واجتہاد کا ماخذ قرآن وسُنّت ہی ہوتا ہے وہ خود اپنی رائے قرآن وسُنّت میں اس کے خلاف رائے دینے سے منزہ ہوتے ہیں۔ ان کے مذاہب قرآن وسُنّت پر ایسے چھائے ہوئے ہیں جیسے سونے اور جواہرات پر

نقش ونگار اب تیرے لیے کوئی عذر باقی نہیں۔ان کے راستے جنت میں پہنچانے والے ہیں ان امور کی تصریح امام عبدالوہاب شعرانی نے میزان الکبریٰ ۱/۵۵ میں فرمائی ہے۔
حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ خلاصہ یہ ہے کہ جب ان قواعد شرعیہ پر فقہاء نے فقہ کی بنیاد رکھی تو کوئی بھی اختلافی مسئلہ خواہ وہ زمانہ سابق کا ہو یا خود ان کے زمانے کا ہو ایسا نہیں جس کی دلیل (کتاب وسنت سے) نہ مل سکے۔ ہر مسئلہ پر انہیں حدیث مرفوع متصل یا مرسل یا موقوف صحیح یا حسن یا استدلال واعتبار کے لائق مل گئی۔ یا شیخین یا باقی خلفاء یا قاضیان اسلام کے فیصلے ان کو مل گئے، یا قرآن وسنت کے عموم میں سے بطور اقتضاء النص یا اشارۃ النص ان کو استدلال کی فہم عطا ہوئی۔ تو اس طرز پر اللہ تعالیٰ نے ان کو سنت نبوی پر عمل کرنا آسان کر دیا۔ (حجۃ اللہ البالغہ ۳۴۸)

اُمتِ مسلمہ میں مجتہدین تو بہت ہوئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان چاروں ائمہ کی امامت پر اُمت کو متفق کر دیا، اُمت کی اکثریت کا انہی کی تقلید کرنا ہی ان کے برحق ہونے کی واضح دلیل ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ میری اُمت کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا، اللہ کا دست قدرت ونصرت جماعت پر ہوتا ہے، جو جماعت سے الگ ہوا، وہ جہنم میں پھینکا گیا۔ (ترمذی) خود کتب شیعہ میں سرکار علی رضی اللہ عنہ کا قول موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ اس اُمت صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والی اس اُمت کو گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا۔

ائمہ اربعہ پر اُمت کا اتفاق عطیہ خداوندی ہے یہ حکومت کی پیداوار نہیں ہے۔ اگر ایسا خدانخواستہ ہوتا تو ان حکومتوں کے ساتھ یہ مذاہب ختم ہو جاتے۔ اور وہی حکومتیں ان ائمہ پر ظلم وستم نہ ڈھاتیں، سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منصور عباس کے جیل خانہ میں شہادت پائی۔ خلق قرآن کے مسئلہ میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تین سال جیل کے اندر رہے اور ان پر ہر روز کوڑوں کی بارش کی جاتی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ حکومتیں ان ائمہ کی قبولیت عامہ کی وجہ سے ان کی فقہ کی بنیاد پر ملکی قوانین بناتی تھیں۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا خود سرکار سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بڑا احترام فرماتے تھے بلکہ ان کیلئے بطور شفقت قیام

تعظیمی فرمادیتے تھے ان کے علاوہ اس دور کے جلیل القدر ائمہ محدثین کرام آپ کی علمی فضیلت کے مداح بلکہ خوشہ چین تھے۔ (تاریخ ابن خلدون)

بلکہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا تمام علمی فیضان سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دعا کی برکت سے تھا۔ (الامام الصادق ۱/۲۸۲)

سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے خوشگوار تعلقات تھے جو خود شیعی کتاب الامام الصادق وغیرہ کے مطالعہ سے واضح ہو جائے گا۔ مزید سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے سوتیلے صاحبزادے بھی ہیں حوالہ کیلئے دیکھئے مناقب آلِ ابی طالب ۴/ ۲۴۸۔

باقی چار مصلوں کے خانہ کعبہ میں قائم کرنا یقیناً جائز تھا۔ معترض ہمت کرے اور اس کی حرمت کی دلیل پیش کرے۔ ورنہ زبانی فضول جمع تفریق سے اعتراض عبث ہے۔ ایک کے بعد دوسری جماعت کا جواز ظاہر ہے اور یہ آپس میں اخوت بھائی چارہ کو بھی مستلزم ہے۔ پھر سعودی حکومت کا اس کو بدلنا کب دلیل شرعی ہے۔ وہ تو خبیث قسم کے وہابی ہیں انہوں نے آثارِ قدیمہ اسلام کو مٹانے کی پوری پوری کوشش کی ہے۔ اور یہ ان کی خباثت کی دلیل ہے نہ کہ ان کی اس سے تحسین کی جا سکتی ہے۔ اُمت کی وحدت کو خود شیعہ نے توڑا ہے۔ عقائد سے لے کر مسائل تک تمام اہلِ اسلام سے جدا مذہب بنالیا ہے۔ پوری اُمت کے اجماعی مسائل کی ہی تردید نہیں بلکہ اللہ کی کتاب قرآن مجید سے بھی انکار کر دیا کہ یہ محرف ہے اس پر کتب شیعہ کے سینکڑوں حوالہ جات لکھے جا سکتے ہیں پھر درجہ امامت کو نبوت سے بھی افضل بتلایا جو کہ حیات القلوب میں مرقوم ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کو جبریل کی غلطی بتلایا کہ اصل وحی سرکار علی رضی اللہ عنہ کے پاس آنا تھی جیسا کہ انوار نعمانیہ میں مذکور ہے۔ پھر محبِ اہلِ بیت ہونے کا ان کا دعویٰ بھی قطعی جھوٹ ہے اس لیے کہ اہلِ بیت کے بھی حقیقی دشمن بلکہ قاتلین سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ یہی شیعہ ہیں جیسا کہ باحوالہ مذکور ہو چکا ہے۔ اصول کافی میں ہے کہ سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ کو سرکار سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بادل نخواستہ

جنم دیا ہے تفسیر قمی میں سرکار علی رضی اللہ عنہ کو مچھر قرار دیا ہے۔ اصول کافی نہج البلاغہ میں ایک فتنہ کے دور میں سرکار علی رضی اللہ عنہ کو سب و شتم کرنا ذریعہ نجات قرار دیا ہے۔ جلاء العیون اور تہذیب المتین میں ہے کہ سرکار علی رضی اللہ عنہ کو بوقت نکاح رخصتی کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ رات کو جب تک میں نہ آؤں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مخصوص کام نہ کرنا۔ العیاذ باللہ کیا یہ دشمنی اہلِ بیت نہیں ہے اُمت کی وحدت کو توڑا نہیں گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ مذاہبِ اہلِ سنت حکومتوں کی پیداوار نہیں بلکہ خود شیعہ کا وجود ہی اس لقب کا حقدار یا کفر و جاہلیت کی یادگار ہے۔ کیا اسلام کے نام پر فرقہ بندی سے اسلام کو جھٹلایا جائے اور اسے حکومتوں کی پیداوار کہا جائے گا؟ لہٰذا معترض کا سوال ہی اس کے اسلام اور مسلمان سے خبث باطن کی نشاندہی کر رہا ہے۔

19- اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تنقیص شان کرنے والا اور آپ کو اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا نہ ماننے والا جہنمی خبیث مردود ہے۔ اس میں کیا شک ہے اس لیے کہ اللہ کے محبوب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبت اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ اسی روایت کو خود تاریخ روضۃ الصفا شیعہ میں بھی نقل کیا گیا ہے۔ تفسیر منہج الصادقین کی روایت کے مطابق تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گستاخ کی توبہ بھی قبول نہیں ہے۔ خود سرکار علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ کو اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا تسلیم کرتے ہوئے بیان فرمایا اور ان کی تنقیص شان کرنے والے کو مطعون و مردود کہا ہے۔ مناقب ابن شہر آشوب میں مذکور ہے۔ ان کے فضائل لاتعداد ہیں باقی نجیب آبادی کی تاریخ اسلام سے جو واقعہ جس کی طرف اشارہ معترض نے کیا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ مذکور مؤرخ کی حیثیت تو متعین کرو۔ جب نہ تمہارے پاس اور نہ مؤرخ صاحب کے پاس اس واقعہ کا ماخذ موجود ہے تو اس کو صحیح کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے اگر بفرض غلط ایسا ہی ہوتا۔ تو یہ کوئی مخفی رہنے والی بات تھی؟ مدینہ طیبہ میں کہرام مچ جاتا۔ ہزاروں کتب میں سیدہ عائشہ صدیقہ کے تذکرے موجود مگر یہ واقعہ مفقود ہے آخر کیوں؟ یہ تمام شواہد اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ یہ واقعہ جھوٹ باطل و مردود

ہے، حقیقت سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے، امر واقعہ ان کے وصال کا یہ ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں بیمار ہوئیں۔ ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ھ کو طبعی طور پر وصال فرمایا۔ آخری وقت میں وصیت فرمائی کہ مجھے رات کے وقت کفنایا دفنایا جائے۔ آپ کی نمازِ جنازہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ نمازِ جنازہ کا اجتماع بہت عظیم تھا۔ آپ کو قبر میں اتارنے والوں میں عبداللہ بن زبیر، عروہ بن زبیر، عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن، عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی ہیں یہ تمام تفصیلات بے شمار کتب میں موجود ہیں۔ چند ایک حوالہ جات درج کیے جاتے ہیں۔

(طبقات ابن سعد ۸/ ۷۷، ۶۸، ۸/ ۷/ ۸۶، البدایہ والنہایہ ۸/ ۹۴، زرقانی علی المواہب اللدنیہ ۳/ ۶-۲۳۵)

یہی امور واقعہ خود شیعانِ علی کو بھی مسلم ہیں۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ کیجیے: تاریخ یعقوبی ۲/ ۲۳۸، منتخب التواریخ صفحہ ۳۰۴۔

ہم نے بحمد اللہ دلائل قاطعہ سے معترض کے پیش کردہ واقعہ کو غلط ثابت کر دیا ہے بلکہ خود شیعہ کی کتب سے ہی اس اعتراض کی تردید ہوگئی، اب معترض اپنے ان اکابر کے حوالہ جات پڑھے اور ڈوب مرے۔

مروان کے حوالہ سے اہلِ سُنّت کو مطعون کرنے سے قبل معترض کو اپنی کتب شیعہ کا مطالعہ کر لینا چاہیے تھا، کہ مروان کے بارے اس کی اپنی کتب کیا کہتی ہیں۔ نہج البلاغہ میں ہے کہ سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مروان کو معاف کر دیا اور اس کی سفارش کرنے والے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما تھے۔ (نہج البلاغہ صفحہ ۱۰۲، مروج الذہب ۲/ ۳۲۹)

پھر اس مروان کی اقتداء میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نماز ادا کرتے رہے۔ بلکہ اس کی بھی صراحت موجود ہے۔ کہ وہ اس کی اقتداء میں ادا کی جانے والی نمازوں کا اعادہ بھی خدا کی قسم نہ کرتے تھے۔ (بحار الانوار ۱۰/ ۱۴۱)

پھر سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ بھی اسی مروان نے پڑھائی۔ (کتاب الجعفریات صفحہ ۲۱۰، قرب الاسناد ۲/ ۲۱۰)

اب معترض ہی بتلائے کہ اس کے اعتراض کی دھجیاں تو خود ائمہ اہل بیت نے خود اسی کی کتب شیعہ کے حوالہ سے بکھیر دی ہیں اور بعض شیعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قتل کا واقعہ کا ذمہ دار سرکار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ٹھہراتے ہیں یہ بھی ان کے سیاہ قلوب کی طرح سیاہ جھوٹ ہے۔ جس کا کوئی بھی ثبوت ان کے پاس موجود نہیں ہے۔ اصل میں شیعہ مذہب ہی سارا من گھڑت مذہب ہے۔ ان کے بنیادی ستونوں نے ائمہ اہل بیت کی طرف ایسے گندے مسائل وعقائد کی نسبت کی ہے کہ جن کا تصور ان اہلِ بیت ائمہ کی طرف کوئی بھی مسلمان نہیں کرسکتا۔ ان کے مذہب کی بنیاد ہی جھوٹ (تقیہ) پر ہے۔ اس لیے معترض کا یہ اعتراض بھی اس کی دھوکہ دہی ہے۔ جس کی حقیقت کا دور سے بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔

20- معترض کا یہ سوال درحقیقت سرکار سیدنا صدیق اکبر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما و سرکار علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور استحقاق خلافت کے متعلق ہے اس پر متعدد دلائل گزشتہ اوراق میں گزر چکے ہیں چند ایک معروضات مزید پیش خدمت ہیں۔

اولاً شیعہ کے ہاں افضلیت وخلافت کا مدار نص پر ہوتا ہے۔ اوصاف خاصہ پر ہرگز نہیں۔ قتال وعلم وغیرہ کمال کے باوجود اگر نص نہ ہو تو اسے خلیفہ یا افضل نہیں کہا جاسکتا۔ مثلاً سرکار علی رضی اللہ عنہ کے دور مبارک کی جنگوں میں سب سے زیادہ بہادری کے کارنامے اشتر نخعی کے ہیں۔ خود کتب شیعہ میں مذکور ہے کہ سرکار علی رضی اللہ عنہ نے اس کے حق میں ارشاد فرمایا کہ اشتر میرے حق میں ایسا ہے جیسا کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تھا۔ اشتر لشکر کے دائیں حصے اور بائیں حصے پر تلوار اور نیزے سے شیر ببر کی طرح حملے کرتا ہے۔

(مجالس المؤمنین صفحہ ۴۸۷)

اہل سیر ومؤرخین کے بیانات کی روشنی میں سرکار علی رضی اللہ عنہ کے تمام اصحاب اور طرف داروں میں جو علم وتفقہ میں درجہ ومرتبہ سرکار ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا تھا، وہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے سمیت کسی اور کا نہ تھا۔ اور نہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے مبارک ہاتھوں جمل وصفین ونہروان میں چنداں مقتول ہوئے۔ اس تفاوت کے باوجود سرکار علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف جمیلہ سے دیگر

صحابہ کرام کے کمالات مبارکہ سے موازنہ کر کے افضلیت ثابت کرنا باطل و مردود ہے۔
سرکار ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت و خلافت پر ہم صریح نص پیش کر چکے ہیں کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر (اے حفصہ رضی اللہ عنہا) تیرے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ)۔

(تفسیر قمی صفحہ ۳۵۴، تفسیر صافی ۲/۵۲۳، مجمع البیان ۵/۳۱۴)

ثانیاً شیعہ کے ہاں خلفاء ثلاثہ جب مومن ہی نہیں ہیں نعوذ باللہ تو ان کے ساتھ سرکار علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف مبارکہ کا موازنہ کیا معنی رکھتا ہے۔ اسم تفضیل کا استعمال مفضل اور مفضل علیہ کا نوع و جنس میں اتحاد چاہتا ہے۔ تو گویا ان کا آپس میں موازنہ کرنا ان کے مومن کامل ہونے کا اعتراف ہے۔ جس سے اہلِ سُنّت کا بول بالا اور شیعہ کا منہ کالا ہوا۔

ثالثاً کسی گروہ میں بھی افضل حضرات کا پتہ اس وقت ہوسکتا ہے مربی اس کا خود فیصلہ کردے۔ مربی اس سے وہ خدمت لے جو سب سے افضل سے لی جاسکتی ہے۔ پورے گروہ کا اس پر اتفاق ہو جائے، مجموعی طور پر اوصاف اس کیلئے ثابت ہوں اگرچہ بعض اوصاف میں جزوی فضیلت کسی اور کے لیے ثابت ہو۔ ان تمام قواعد کی روشنی میں افضلیت شیخین کریمین کو ہی ملتی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو الاتقٰی سب سے بڑا پرہیز گار قرار دیا ہے۔ آیت قرآنی و سیجنبھا الاتقٰی کا شان نزول بالاتفاق خصوصاً مجمع البیان ۵/۵۰۱ جزء ۱۰ شیعی کے مطابق سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات ہے۔ سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اولوا الفضل قرار دیا ہے۔ ولا یاتل اولو الفضل منکم کا شان نزول بھی مجمع البیان ۴/۱۳۳ جزء ۷ میں سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ امر دوم افضل سے ہی افضل خدمت تو امامت خود سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کرنا سرکار علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی کے باوجود مسئلہ کو واضح کر رہا ہے۔ (درہ نجفیہ صفحہ ۲۲۵)

پھر سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا۔ (سیرت ابن ہشام ۴/۱۸۶)

اس طرح امر سوم کہ اس گروہ کے اتفاق کا رجحان بھی اسی طرف ہو تو خلفاء ثلاثہ کی

افضلیت واستحقاق خلافت پر صحابہ کرام کا اتفاق روز روشن کی طرح واضح ہے بلکہ خود سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں جیسا کہ باحوالہ کتب شیعہ سے منقول ہو چکا ہے۔
پھر سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ظاہری میں ثانی اثنین کے لقب سے اور سرکار عمر رضی اللہ عنہ کا ناطق الملك على لسانه کے لقب سے مشہور ہونا خود شیعہ کو بھی مسلم ہے۔ (رجال کشی ۱/۳-۱۳۰)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو اسی ترتیب سے ہی بلاتے تھے جیسا کہ سرکار سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقع پر بلایا۔ (کشف الغمہ صفحہ ۴۷۰)

امر چہارم اوصاف جمیلہ کی افضلیت خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاداتِ عالیہ سے خلفاء ثلاثہ کی ثابت ہے۔ تو پھر معترض کا اوصاف کے ایک ایک جزئیہ میں تقابل کرنا محض بے جا ہے۔ سرکار علی رضی اللہ عنہ اپنے کو سرکار ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر افضلیت کا قول کرنے والے کو کوڑے مارنے پر برسر منبر ارشاد فرماتے ہیں اور اسے مفتری کذاب بتلاتے ہیں۔ (رجال کشی ۲/۶۹۵)

پھر سرکار علی رضی اللہ عنہ کے شجاع ہونے سے کسی خبیث کو ہی انکار ہو سکتا ہے اسی طرح خلفاء ثلاثہ کی شجاعت کا انکار کوئی بدبخت دشمن اہلِ بیت شیعہ ہی کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ مدار فضیلت تو جنگوں میں شرکت ثابت قدمی اور جرأت ہے۔ بالفعل قتل کرنا تو اتفاقی امر ہے۔ معترض کے موافق تو حضرت ابوذر غفاری، حضرت ابو درداء، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم جو عند الشیعہ کامل الایمان ہیں، سے بھی اس کا ثبوت مشکل ہے۔ بلکہ خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک شخص نیزہ نبوی سے خراش کی وجہ سے بطور معجزہ قتل ہوا۔ اگر معترض کے ہاں یہی مدار فضیلت ہے تو معترض بتلائے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سرکار علی رضی اللہ عنہ کے مابین افضلیت تمہارے خود ساختہ کلیہ سے کس کو ہے؟ قزمان نامی آدمی نے ابنِ ہشام کی روایت کے مطابق احد کے غزوہ میں ۹ آدمیوں کو قتل کیا۔ پھر خودکشی کر لی۔

بخاری کی روایت کے موافق غزوہ موتہ کی فتح سرکار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دست

اقدس پر ہوتی ہے اور اہلِ سیر و تاریخ کے بقول ۹ تلواریں غزوہ موتہ میں سرکار خالد رضی اللہ عنہ کے دست اقدس میں ٹوٹیں اور بے شمار کفار ان کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ (ابن سعد ۲/۱۳۰)

معلوم ہوا کہ کفار کی کثرت قتل ہی مدار فضیلت نہیں ہے۔ بلکہ مجموعی طور پر اوصاف و کمالات مبارکہ ہیں۔ پھر سرکار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شجاعت مبارکہ کے بارے سرکار علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد مبارک بغور پڑھو اور ڈوب مرو سرکار علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگو! میں تم میں بیان کروں کہ ہم میں سب سے زیادہ شجاع کون ہے۔ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ غزوہ بدر کے موقع پر ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک جھونپڑا بنایا اور ہم نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کون رہے گا۔ تاکہ مشرکین میں سے کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ آئے۔ خدا کی قسم اس کام کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کوئی نہ آیا سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کہ یہ تلوار سونت کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے کھڑے ہو گئے۔ جب کوئی بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنے کا قصد کرتا۔ یہ اس کی طرف جھپٹ کر جاتے۔ یہ تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ بہادر تھے۔ (کذافی المنتخب ۵/۲۴۰)

غزوہ احد میں سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا چاہا تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تلوار میان میں رکھ کر اپنی جگہ واپس آ جاؤ۔ اور اپنی ذات سے ہمیں فائدہ پہنچاؤ۔ (کشف الغمہ صفحہ ۲۵۳)

مکی دور میں تنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے نرغے سے چھڑانا تکالیف برداشت کرنا سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کتب سیرت میں متعدد جگہ مذکور ہے جو جرأت کا اعلیٰ شاہکار ہے۔ ہجرت کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رفاقت اور تنہا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمانا شجاعت صدیقی کا ہی خاصہ ہے۔ اور جہاں تک شجاعت فاروقی کا تعلق ہے۔ تو اس کے بارے میں بھی خود سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری معلومات کی مطابق جس کسی نے بھی ہجرت کی چھپ کر کی مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علانیہ طور پر ہجرت کی ہے۔ جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا، تو اپنی تلوار گلے میں لٹکائی۔

اپنے کندھے پر کمان رکھی، اور اپنے دست مبارک میں تیر پکڑے خانہ کعبہ کے پاس آئے، اس کے صحن میں قریش مکہ کے سردار جمع تھے، بیت اللہ کا طواف کیا، پھر مقام ابراہیم علیہ السلام پر نوافل کی ادائیگی کے بعد ایک ایک مشرک کافر کے پاس آئے، اور فرمایا کہ یہ چہرے ذلیل ہو جائیں گے، جس کا ارادہ ہو کہ اس کی ماں اسے ناپید کر دے۔ اور اولاد یتیم ہو جائے، اور اس کی بیوی بیوہ ہو جائے، وہ مجھے ہجرت سے روکے، مگر کسی کو اس کی جرأت نہ ہو سکی۔

(منتخب کنز العمال ۴/ ۳۸۷)

غزوہ بدر میں سرکار عمر رضی اللہ عنہ نے مشہور پہلوان ابو جہل کے بھائی اور اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کر کے واصل جہنم کیا۔ (سیرت ابن ہشام ۱/ ۷۷۸)

پھر کوئی پہلوان مقابلے کی جرأت نہ کرتا، غزوہ احد میں ابوسفیان کو پتھروں سے بھگا دیا تھا۔

اس غزوہ احد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کی معیت میں گھاٹی میں تشریف فرما تھے۔ بعض کفار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (جو اس وقت اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے) ان کے سپہ سالار تھے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ سرکار عمر رضی اللہ عنہ نے بعض مہاجرین کے ساتھ ان کا زبردست مقابلہ کیا اور انہیں نیچے اترنے پر مجبور کر دیا۔ (ابن ہشام ۲/ ۵۳، طبری ۴/ ۲۱۱)

سرکار ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اس وقت بھی غزوہ احد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے یہ مجمع البیان میں بھی مذکور ہے۔ اسی طرح غزوہ خندق میں شجاعت فاروقی خود ملا باقر مجلسی نے بھی دبے لفظوں میں تسلیم کی ہے۔ (حیات القلوب ۲/ ۳۶۶)

سرکار علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے علم و فضل سے انکار تو کوئی خبیث وہابی ہی کر سکتا ہے اور سرکار ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے علم و فضل سے انکار کوئی معترض جیسا خبیث ہی کر سکتا ہے، خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں ابوبکر اس کی بنیاد عمر اس کی دیواریں اور عثمان اس کی چھت ہے۔ علی ج اس کا دروازہ۔ (کذا فی فردوس الاخبار)

بے شمار واقعات ایسے ہیں کہ جو علمی مسائل کسی دوسرے سے حل نہ ہوتے وہ شیخین

کریمین سے حل ہوتے، سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ علم نبوی کے وارث تھے۔ علم الانساب تعبیر خطابت کے بڑے ماہر تھے۔ (تاریخ الخلفاء)

یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سرکار علی کے سمیت سب صحابہ رضی اللہ عنہم کی امامت عطا کر دی۔ دوسری طرف اعلم کو ہی امام بنانے کا حکم فرمایا۔ ترمذی میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس قوم میں ابو بکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں کسی اور کو امامت لائق نہیں اسی لیے کہ سنت نبوی کے سب سے بڑے عالم آپ ہی ہیں۔ او کما قال، پھر سرکار عمر رضی اللہ عنہ کے علم و فضل کی گواہی خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ فرمایا: مجھے خواب مین دودھ کا پیالہ دیا گیا۔ میں نے پیا حتیٰ کہ اس کا اثر میرے ناخنوں سے ظاہر ہونے لگا۔ جو بچ گیا وہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا صحابہ کرام نے اس کی تعبیر دریافت کی تو فرمایا اسی دودھ سے مراد علم ہے۔ (بخاری ۱/۵۲۰، مسلم ۲/۲۷۴)

فرمایا میری اُمت کے محدث سرکار عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (ترمذی ۲/۲۱۰)

متعدد صحابہ کرام تابعین نے سرکار عمر رضی اللہ عنہ کے سب سے زیادہ علم و فضل کی گواہیاں دی ہیں۔ (تاریخ الخلفاء ابن اثیر وغیرہ)

پھر سرکار ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سخاوت جلیلہ کے واقعات نورانی کثرت سے کتب حدیث و سیرت میں مروی ہیں سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گھر کا سارا سامان بارگاہِ اقدس میں پیش کر دیتے ہیں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا۔ عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ (ترمذی ۲/۲۰۸، ابوداؤد ا/۲۳۶)

بلکہ خلفاء ثلاثہ بڑے فیاض تھے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تو سب سے بڑے سخی تھے۔ خود شیعہ محقق جیلانی نے لکھا، خلفاء ثلاثہ نے اپنے آپ کو مال دُنیا سے الگ رکھا۔ اور دُنیا میں زہد کو اختیار کیا۔ اور دُنیا کی طرف رغبت اور اس کی خاطر زینت کو ترک کر دیا۔ تھوڑی چیز پر قناعت اور موٹا کھانا اور ٹاٹ پہننا اختیار کیا۔ جس وقت کہ مال ان کے پاس موجود تھا۔ ان کو لوگوں پر تقسیم کر دیتے تھے اور اپنے آپ کو اس سے آلودہ نہ کرتے تھے۔

(فتح السیل بحوالہ تفسیر آیات قرآنی صفحہ ۱۳۸)

خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مال کی بابت ارشاد فرمایا کہ جس قدر مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے نفع دیا اتنا کسی اور کے مال نے نہ دیا۔ (ترمذی ۲/۲۰۷)

بخاری میں مرقوم ہے کہ سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت صحبت اور انفاق مال کے اعتبار سے سب سے بڑے محسن تھے'ان کے پاس قبول اسلام کے وقت چالیس ہزار درہم موجود تھے۔ وہ سب راہ اسلام کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پیش کر دیتے۔ (ابن عساکر)

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے مجھ پر احسان کیا میں نے اس کا بدلہ دے دیا ایک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے جس کے احسانات کا بدلہ رب العالمین عطا فرمائے گا۔ (ترمذی ۲/۲۰۷)

اسی طرح سرکار عمر رضی اللہ عنہ کی فیاضی کی بابت اسلم مولیٰ عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے وصال باکمال کے بعد زیادہ پختہ کار اور فیاض و سخی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو نہ دیکھا۔ (بخاری ۱/۵۲۱)

پھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سخاوت غزوہ تبوک کے موقع پر سات سو اوقیہ سونا ایک ہزار سواریاں بارگاہِ رسالت میں پیش کیں۔ (کذا فی المنتخب ۵/۱۳)

پھر اسی غزوہ تبوک میں تہائی لشکر ۳۰ ہزار دینار کا سامان فراہم کیا یہاں تک کہا جانے لگا کہ کوئی حاجت باقی نہ رہی۔ جو سرکار عثمان رضی اللہ عنہ نے پوری نہ کر دی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ سرکار عثمان رضی اللہ عنہ نے ۱۰ ہزار دینار بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھیجے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ہاتھ سے اُلٹتے پلٹتے تھے کبھی دونوں مبارک ہاتھوں کی پشت ظاہر ہوتی اور کبھی ہتھیلیاں مبارک اور ساتھ ہی ساتھ وہ فرما رہے تھے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا کوئی عمل آج کے بعد اس کو ضرر نہ دے گا۔ (المنتخب ۵/۱۳)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فیاضی و سخاوت کی وجہ سے چھ مرتبہ جنت کی بشارت دی۔

1- جب جیش عسرہ کو تیار کیا گیا۔
2- مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع کی گئی۔
3- جب بئر رومہ یہودی سے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا گیا۔
4- جب اپنے دورِ حکومت میں مسجدِ نبوی کی تعمیر و توسیع کی، تو اس وقت ایک ارشاد نبوی بشارت جنت کا نقل کیا۔
5- جب آپ ﷺ نے سرکار عثمان رضی اللہ عنہ پر بلوے اور بشارت کا ذکر کیا تو فرمایا انہیں جنت کی بشارت ہو۔
6- پھر عشرہ مبشرہ کو جنتی ہونے کی نوید سنائی تو ان میں سرکار عثمان رضی اللہ عنہ کا نمبر ۳ ہے۔

(در مختلف احادیث صحاح)

ہمیں اختصار مانع ہے وگرنہ اس پر ایک ضخیم دفتر تیار ہو سکتا ہے۔ پھر عبادت گزاری زہد و تقوی بھی خلفاء ثلاثہ کا بے مثال تھا۔ راتوں کو قیام مشیت خداوندی سے رونا تقوی و پرہیز گاری پر بھی بے شمار واقعات موجود ہیں۔اشد علی الکفار تو سرکار عمر رضی اللہ عنہ کو بھی کہا گیا اور قول بعض پر سرکار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھی زیادہ اصح قول اول ہے۔ اس پر سینکڑوں دلائل قائم ہیں کفار و منافقین کے متعلق سرکار عمر رضی اللہ عنہ کی سختی وشدت روز روشن کی طرح واضح ہے۔ حدیبیہ کے حوالہ سے قول معترض نے توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔ وہاں تو مقصود صرف یہ تھا کہ سرکار عثمان رضی اللہ عنہ کا خاندان زیادہ موثر تھا۔ وگرنہ یہ نہیں کہ وہ ڈر کے مارے نہ گئے اگر ڈرتے تو اعلانیہ ہجرت کیوں کرتے۔ اعلان اسلام کعبہ میں کیوں کرتے وغیرہ یہ معترض کی خباثت ہے۔ اس لیے کہ سرکار عمر رضی اللہ عنہ نے کفار سے بیشمار فتوحات اسلام کیلئے حاصل کی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مفتوحہ علاقہ جات ۲۲۵۱۰۳۰ مربع میل تھا۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ سرکار عمر رضی اللہ عنہ کے کارنامے خدمت اسلام کے لیے کس قدر تھے معترض نے بعض صحابہ کرام پر ایسے ہی اعتراض جڑ دیا ہے۔

21- اس روایت کا شیعہ کے عقیدہ امامت سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ اور اس کے

مصداق بارہ امام جو عندالشیعہ ہیں ہرگز نہیں ہیں اس لیے کہ اہلِ سُنّت کے ہاں درجۂ خلافت اور عندالشیعہ درجہ امامت میں زمین آسمان کا فرق ہے، عندالشیعہ امامت کی شرائط چند ایک درج ذیل ہیں۔

1- اللہ تعالیٰ پر یہ لازم ہے کہ امام مقرر فرمائے، تاکہ وہ دُنیا سے شر و فساد کی بیخ کنی فرمائے۔ (عین الحیاۃ صفحہ ۶۹)

2- انسانوں کی باہم ایک دوسرے پر زیادتی کا خاتمہ کرے۔ (عین الحیاۃ صفحہ ۶۹)

3- اسلام اور اس کے ماننے والوں سے جنگ کرنے والے سے جنگ کرے۔
(عین الحیاۃ صفحہ ۶۹)

4- امام کے لیے اپنے دور کا سب سے بڑا بہادر ہونا ضروری ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ نے اسے جس مقصد کے لیے مقرر فرمایا۔ اس کے تحفظ کا اہل ہو اور مخالفین کا سر نیچا کر سکے۔

5- زانی شرابی قاذف ڈاکو چور پر وہ حدود اللہ جاری کرے، جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہیں تاکہ نظام قیام حدود سے فتنہ و فساد مٹ جائے، اور امن و آتشی کا دور دورا ہو۔
(کشف الغمہ ۱/ ۵۶، اصول کافی ۱/ ۲۰۰)

6- خمس وصول کرے اور اگر خود موجود نہ ہو تو اس کا نائب اس کا فریضہ سرانجام دے۔
(اصل الشیعہ واصولہا صفحہ ۱۸۵)

7- مسلمانوں سے زکوٰۃ اور غیر مسلموں (ذمیوں) سے خراج وصول کرے۔ اور مال غنیمت کی وصول کا اہتمام کرے، تاکہ ان صدقات سے وصول شدہ مال کے خرچ سے ملکی معیشت درست رہے اور غربت و تنگدستی کا سدباب ہو جائے۔ (کشف الغمہ ۱/ ۵۶)

8- نظام عالم کا نگران و نگہبان امام ہوتا ہے۔ یعنی روئے زمین پر بسنے والے تمام مسلمانوں اور ان کے مفادات کا تحفظ امام کے ذمے ہوتا ہے اگر کسی بھی جگہ شورش اور غیر مسلموں کی شرارت سر اُٹھائے، تو اس کی سرکوبی امام کے ذمہ ہوتی ہے۔
(اصول کافی ۱/ ۲۰۰، حدیقۃ الشیعہ صفحہ ۴۷۳)

9- ارکان اسلام (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) کی بجا آوری کی ذمہ داری اُٹھائے۔
(اصول کافی ۱/۲۰۰)

10- سرحدوں کی مکمل حفاظت اور مملکت اسلامیہ کی چاروں اطراف کی کڑی نگرانی ونگہبانی کرے، تاکہ کسی غیر مسلم ملک اور اس کے صاحبان اختیار کے حملہ سے رعایا بالکل محفوظ رہے۔ (ایضا)

11- ائمہ اور درجہ امامت تمام انبیاء اور درجہ نبوت سے افضل ہیں۔ (حیات القلوب ۲/۵۲۶)

درج بالا مقاصد اور ذمہ داریاں امام کے لیے ضروری ہیں ہمارا شیعہ سے سوال ہے کہ ان تمام تر ذمہ داریوں کو ان بارہ ائمہ نے پورا کیا ہے۔ کیا یہ امر واقعی ہے کہ یہ بارہ ائمہ حدود اللہ جاری کرتے رہے۔ کیا یہ حقیقت ہے کہ ان بارہ ائمہ میں سے ہر ایک نے زکوٰۃ و صدقات خراج و جزیہ وصول کیا ہے۔ کیا ان بارہ ائمہ نے اپنے اپنے دور امامت میں فتنہ و فساد اور ظلم و شر دُنیا سے ختم کیا ہے۔ کیا ممالک اسلامیہ کی سرحدوں کی حفاظت اور کفار کے ساتھ جہاد کے فرض کو تمام بارہ ائمہ نے پورا کیا ہے۔ اگر نہیں تو یہ بارہ ائمہ اس روایت کے کیسے مصداق ہو سکتے ہیں۔ جن مین خود عند الشیعہ امامت وخلافت کی اہلیت نہیں ہے ہر ذی ہوش جانتا ہے کہ ان بارہ ائمہ میں سے صرف سرکار علی المرتضیٰ اور سرکار امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہما ہی صاحب اقتدار ہوئے باقی نہیں۔ باقی جمہور اہلِ سُنّت کے ہاں یزید پلید ان بارہ خلفاء میں شامل نہیں ہے۔ تاریخ الخلفاء و شرح فقہ اکبر کے مؤلفین کا یہ تسامح ہے یا ذاتی رائے یا فقط ایک قول کا ذکر اور وہ بھی یزید پلید کی تعریف و توصیف کے ہرگز قائل نہیں ہیں اس لیے کہ ان کے ہاں یہ تمام خلفاء کی خلافت علی منہاج النبوت کے حاملین مراد نہیں ہیں اس میں دونوں طرح کے حضرات ہو سکتے ہیں۔ امام ابنِ حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ان خلفاء کی دینی عدم دشنا میں مروی نہیں ہے۔ بنابریں خلافت کے لفظ کا اطلاق اس حدیث میں مجازی معنی کے طور پر ہے۔ ہاں اس حدیث میں خلافت سے مراد حقیقی معنی خلافت نبوت ہے۔ فرمایا کہ خلافت میرے بعد تیس سال ہوگی۔ (فتح الباری) جہاں تک بارہ خلفاء کی

روایت میں لایزال ھذا الدین عزیزا کا تعلق ہے۔تو اس غلبے سے مراد دین کا اندرونی داخلی غلبہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ دین کا خارجی غلبہ ہے۔ باقی ہم نے جو یہ چند سطریں لکھیں یہ صرف بعض کے تفرد یا حکایت کے طور پر قول کے حوالہ سے لکھیں وگرنہ ہم صراحت سے بتا چکے ہیں کہ یزید کو جمہور اہلِ سُنّت نے ان بارہ میں شمار نہیں کیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ یزید بن معاویہ اس شمار سے باہر ہے۔ اسلیے کہ معتدین عدت تک اسے استقرار نہ رہا اور اس کی سیرت بد بری ہے۔ (قرۃ العینین صفحہ ۲۸۸)

پھر امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تو تاریخ الخلفاء میں ہی دوسرے قول (کہ اس میں یزید پلید شامل نہیں) کو بھی ذکر کیا ہے۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۲)

پھر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں یزید پر اللہ کی لعنت کی ہے۔ اور اسے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ اسی کتاب میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ یزید پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے پھر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا ایک شخص کو یزید کو امیر المؤمنین کہنے والے کو بیس کوڑے مارنا لکھا ہے۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲-۹)

ملا علی قاری نے بھی اسی محولہ کتاب میں لکھا ہے کہ کہا گیا کہ وہ یقیناً کافر ہے۔ اس (یزید پلید) کے بارے ایسی روایات موجود ہیں جو اس کے کفر پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً شراب کو حلال سمجھنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کی شہادت کے بعد اس کا یہ کہنا کہ میں نے ان سے بدر کا بدلہ لے لیا جو اس کے بڑوں نے ہمارے بڑوں سے کیا تھا۔ اسی قسم کی اور بہت سی کفریہ باتیں اسی سے منقول ہیں شاید امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے یزید پلید کو کافر کہنے کی وجہ یہی ہو کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی کفریہ باتوں کی تصدیق ہو چکی تھی۔ جو اسے کافر قرار دیا ہے۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۷۳)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے فتاویٰ رضویہ اور عرفان شریعت مین اس کو یزید پلید کہہ کر تفصیل کے ساتھ اس مردود کا رد بلیغ کیا ہے۔ اہلِ سُنّت کی شرح

عقائد سے لے کر تمام علماء اُمت کی کتب میں اس یزید پلید کو مردود جہنمی ملعون قرار دیا گیا ہے اور اگر کسی نے تکفیر سے کفر لسان بھی کیا ہے تو اس خبیث کے فسق و فجور میں تو کسی کو کلام ہی نہیں ہے۔ ہمارے علماء میں سے کوئی ایک بھی اس خبیث کے فضائل و مناقب خودساختہ کا کوئی قائل نہیں ہے۔ تو معترض کا اسے اہلِ سُنّت کا امام بتلانا نری بکواس ہے۔ یزید پلید اہلِ سُنّت کا امام نہیں بلکہ خود شیعوں کا امام ہے۔ چند ایک کتب شیعہ سے حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں یزید نے قتل حسین رضی اللہ عنہ پر خوشی کی بجائے ماتم کیا۔ (مقتل ابی مخنف صفحہ ۱۳۹)

یزید اہلِ بیت کا غمگسار اور قاتل حسین رضی اللہ عنہ کو ملعون کہتا تھا۔

(ارشاد مفید صفحہ ۲۴۶-۲۴۷، جلاء العیون صفحہ ۶۲۲، اعلام الوریٰ صفحہ ۱۴۹)

یزید نے اہلِ بیت کو زیورات اور قیمتی لباس کے تحفے دیئے۔ (مقتل ابی مخنف صفحہ ۱۴۰)

یزید امام زین العابدین اور ان کے بھائی عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے ساتھ اکٹھا کھانے پر مدعو کرتا تھا۔ (اخبار الطوال صفحہ ۲۶۱)

یزید امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بغیر نہ صبح کا نہ شام کا کھانا کھاتا۔ (بحار الانوار ۱۰/۴۵/۲)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یزید کی طرف سے بھیجا گیا دولاکھ مثقال سونا قبول کر لیا۔

(حلیۃ الابرار ۲/۲۱)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کر لی اور خود کو مجبور غلام کہا۔

(کتاب الروضہ ۸/۲۳۵، جلاء العیون صفحہ ۶۷۸)

اب معترض بتلائے کہ یزید کس کا امام ہے۔ اہلِ سُنّت کے ہاں جو اس حدیث کے مصداق بارہ خلفاء ہیں وہ یہ ہیں سیدنا صدیق اکبر سیدنا فاروق اعظم سیدنا عثمان غنی سیدنا علی المرتضیٰ امام حسن مجتبیٰ، حضرت امیر معاویہ حضرت عبداللہ بن زبیر، عبدالملک، ولید، سلیمان، حضرت عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک، ہشام بن عبدالملک رضی اللہ عنہم اور جس روایت سے آخر میں معترض نے استدلال کیا ہے۔

اولاً تو معترض یہ روایت اسی متن کے ساتھ بسند صحیح پیش کرے پھر جواب لے۔

ثانیاً کہ اگر برحق امام ہے تو اس کی خلافت و بیعت سے کلی طور پر انکار نہ ہو مجتہد اگر جزوی اختلاف کر لے تو کوئی حرج نہیں۔ معرفت کے منافی نہیں ہے اور پھر امام کا اطلاق تو قرآن مجید میں اس قرآن پاک پر بھی آیا ہے سرکار علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و بیعت سے کلی طور پر انکار کس کو تھا یہ تو معترض کی غلط بحث ہے۔ جزوی طور پر اختلاف کرنے والے اس بیعت و معرفت میں شامل ہیں۔ پھر معترض کا اس حدیث کا حوالہ منصب امامت کا حوالہ دینا اس کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس لیے کہ منصب امامت کون سی حدیث کی کتاب ہے۔ وہ تو ایک وہابی خبیث کی کتاب ہے۔ آخر میں ہم بطور تنبیہ بتلانا چاہتے ہیں بارہ اماموں کی ولایت میں اہلِ سُنَّت کو کوئی شک نہیں ہے۔ بلکہ وہ حقیقت میں اہلِ سُنَّت کے امام ہیں۔ شیعہ کا ان سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ صرف ماننے میں ہم شیعہ کی طرح خودساختہ شرائط سے ہرگز نہیں مانتے۔ ہاں ان کی ولایت تو اہلِ سُنَّت کے ہاں مسلمہ ہے۔

22- مذہب حق اہلِ سُنَّت میں شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی شخص کو تنسیخ و تبدیلی کرنے کا ہرگز اختیار نہیں ہے۔ مگر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف مذکورہ بالا امور کے ایجاد بدعت ہونے کا الزام شیعہ معترض کی خباثت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اتنے واضح امور جو کتب حدیث میں مذکور ہیں سے انکار اس کی جہالت کو بھی واضح کر رہی ہے۔

نماز فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم کہنے کا خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مبارک ہے۔ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قل بعد حی علی الفلاح الصلوٰۃ خیر من النوم حی علی الفلاح کے بعد (اذان میں) الصلوٰۃ خیر من النوم کہو۔ (ابوداؤد ا/۷۳، نسائی ا/۷۵، موارد الظمان صفحہ ۸۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ مبارک میں اذان فجر میں حی علی الفلاح کے بعد دومرتبہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہا جاتا تھا۔ (طحاوی ا/۸۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت میں سے یہ ہے کہ اذان فجر میں حی علی الفلاح کے بعد دومرتبہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہا جائے۔ (طحاوی ا/۸۲)

معلوم ہوا، اس کی ایجاد کا الزام سرکار عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر غلط ہے۔ اور یہ خود کتب شیعہ سے بھی ثابت ہے۔ امام باقر فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ (اذان فجر میں) اپنے گھر میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہا کرتے تھے۔ میں بھی اسے کہہ لوں تو کوئی حرج نہیں۔ (تہذیب الاحکام ۲/۶۳، وسائل الشیعہ ۴/۶۵۱)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مؤذن سے فرمایا کہ اذان فجر میں حی علی الفلاح کے بعد بطور تقیہ الصلوٰۃ خیر من النوم پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

(من لایحضرہ الفقیہ ۱/۱۸۸، وسائل الشیعہ ۴/۶۴۵)

کتب حدیث میں اس کے سینکڑوں حوالے موجود ہیں ہمیں اختصار مانع ہے نماز تراویح بھی خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان المبارک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک الگ جگہ نماز (تراویح) کے لیے بنادی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی راتیں اس میں نماز پڑھی۔ صحابہ کرام نے اس (نماز تراویح) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز (تراویح) ادا کی ہے۔ دو یا تین راتیں عمل ہوا اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں بیٹھ رہے (گھر میں نماز تراویح ادا فرماتے رہے) اور باہر نہ نکلے۔ جب صبح ہوئی تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی وجہ دریافت کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے خوف ہوا، (کہ میری اس نماز تراویح پر مداومت ہمیشگی) سے تم پر فرض نہ ہو جائے۔ (بخاری ۱/۱۰۱)

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہارے لیے اس قیام (تراویح) کو تمہارے لیے سنت مقرر فرما دیا ہے۔ (نسائی ۱/۲۳۹، ابن ماجہ صفحہ ۹۵، کنز العمال ۳/۲۹۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس تراویح ادا فرماتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۸۵، آثار السنن ۲/۵۶، مجمع الزوائد ۳/۱۷۴، المعجم الکبیر للطبرانی ۱۱/۳۹۳، سنن کبریٰ للبیہقی ۲/۴۹۶، کشف الغمہ ۲/۱۱۶، الوفاء صفحہ ۵۶۰، حاشیہ موطا امام محمد صفحہ ۱۴۱، مسند عبد بن حمید صفحہ ۲۱۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں۔ (تاریخ جرجان صفحہ ۲۷۵)

معلوم ہوا کہ نفس تراویح کا ثبوت خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے باجماعت کا موجود ہے۔ مگر فرضیت کے خوف کی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر باجماعت نماز تراویح پر ہمیشگی نہ فرمائی۔ مگر جب عہد صحابہ میں یہ اندیشہ نہ رہا تو سرکار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام کے اتفاق اور موجودگی میں اس سنت باجماعت تراویح کو التزاماً زندہ فرمایا اور اس پر تمام صحابہ کرام کا اتفاق موجود ہے، جس کے بے شمار دلائل موجود ہیں کسی صحابی نے بھی سرکار عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل وقول پر تکفیر وتفسیق نہ کی۔ بلکہ تائید وتحسین فرمائی، سرکار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو روشن کرے۔ انہوں نے جیسے ساری مساجد کو روشن کر دیا۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی حدید ۳/۹۸)

اور خود کتب شیعہ میں رمضان المبارک میں نماز عشاء کے بعد ۲۰ رکعت نماز (تراویح) پڑھنے کا حکم ہے۔ ائمہ کی طرف سے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان المبارک میں نماز عشاء کے بعد تراویح پڑھنا ثابت ہے۔ (فروع کافی ۳/۳۹۹)

اور ائمہ اہلِ بیت بھی اس کی ادائیگی کرتے رہے۔

(الاستبصار ا/۲-۲۳۱ من لا یحضرہ الفقیہ ۲/۹-۸۸)

معلوم ہوا کہ تراویح پڑھنے کو سرکار عمر رضی اللہ عنہ نے گھڑا نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت خود کتب شیعہ وسُنّی سے ائمہ اہلِ بیت تک موجود ہے۔ سرکار عمر رضی اللہ عنہ پر اس کی ایجاد کرنے کا الزام باطل ومردود ہے۔

چار تکبیرات جنازہ بھی سرکار عمر رضی اللہ عنہ کی ایجاد نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی سرکار دو عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود ثابت ہے۔ حضرت نجاشی کا جنازہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیرات کے ساتھ پڑھایا۔ (بخاری ا/۱۷۷)

اس پر بے شمار احادیث موجود ہیں مذکورہ حدیث خود شیعہ کی کتاب ناسخ التواریخ میں بھی موجود ہے۔ حضرت نجاشی کی نماز جنازہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی

اس کے مزید حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(بخاری ۱/ ۱۷۸، مسلم ۱/ ۳۰۹، ترمذی ۱/ ۱۹۸، سنن نسائی ۱/ ۲۱۷، سنن ابن ماجہ صفحہ ۶۱۱، سنن ابوداؤد ۲/ ۱۰۱، مشکوۃ المصابیح صفحہ ۱۴۴، سنن کبری للبیہقی ۴/ ۳۵، مسند امام احمد ۲/ ۲۳۰، مصنف ابن ابی شیبہ ۳/ ۱۸۴، صحیح ابن حبان ۶/ ۴۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات طیبہ میں آخری نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں امام حسین رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے جنازہ کی نماز میں چار تکبیریں کہیں۔ (سنن دار قطنی ۲/ ۷۲، مستدرک ۱/ ۳۸۶)

معلوم ہوا، کہ معترض نے اپنی جہالت کی وجہ سے اس فعل نبوی کی ایجاد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذمے لگادی متعہ کی حرمت بھی سرکار عمر رضی اللہ عنہ نے نہ کی بلکہ اس کی ممانعت وحرمت خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت کے ساتھ فرمائی ہے۔ خود سرکار علی رضی اللہ عنہ راوی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے دن متعہ اور پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمادیا۔

(مشکوۃ صفحہ ۲۷۲)

انہی الفاظ سے سرکار علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ممانعت متعہ والی روایت بیان کی۔ (بخاری ۲/ ۷۶۷)

متعہ کی ممانعت وحرمت پر بھی کثیر روایات مرفوع موقوف کتب حدیث میں منقول ہیں مگر اختصار مانع ہونے کی وجہ سے ہم اس پر اکتفا کرتے ہیں خود کتب شیعہ میں بھی سرکار علی کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں سرکار علی رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھے اور عقد متعہ سے منع فرمایا۔ (الاستبصار ۳/ ۱۴۲)

باقی رہا طلاق ثلاثہ بیک وقت کو طلاق ثلاثہ ہی قرار دینا تو یہ بھی سرکار عمر رضی اللہ عنہ کی ایجاد نہیں بلکہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب انور ہے۔ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں جدائی کردی اور ان کو نافذ کردیا۔ (بخاری ۲/ ۷۹۱، ابوداؤد ۱/ ۳۰۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی ہے۔ فرمایا رجوع کر لے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیتا، تو پھر بھی رجوع وحلت ہو سکتی تھی فرمایا نہیں پھر جدائی ہی ہے۔ (مسلم ۱/۴۷۶، سنن دار قطنی ۳/۴۳۱، سنن کبریٰ للبیہقی ۷/۳۳۴، مجمع الزوائد ۴/۳۳۶، نصب الرایہ ۳/۲۲)

حضرت فاطمہ بنت قیس کو ان کے شوہر حفص بن مغیرہ نے تین طلاقیں دے دیں۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جائز و نافذ کر دیا۔ (ابن ماجہ)

سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہی فتویٰ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۴/۱۲، مصنف عبدالرزاق ۶/۳۳۶)

سرکار ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا یہی فتویٰ ہے۔ (ابوداؤد ۱/۲۲۹، سنن کبریٰ بیہقی ۷/۳۳۷)

پوری اُمت کا اجماع سمیت تمام صحابہ کرام کے اور ائمہ اربعہ فقہاء کرام اس پر ہے اور اس پر بے شمار احادیث نقل کی جاسکتی ہیں۔

معلوم ہوا کہ سرکار عمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے معترض کا ان کو بدعات کا موجد قرار دینا نری خباثت اور دھوکہ دہی ہے۔ وگرنہ علمی دُنیا میں معترض کی جہالت ہم نے ہر طرح واضح کر دی ہے۔ بلکہ ہم نے کتب شیعہ سے بھی اہلِ سُنت کے مذہب کا حق ہونا واضح کر دیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

محمد کاشف اقبال مدنی رضوی غفرلہ الاحد
جامعہ غوثیہ رضویہ مظہر اسلام سمندری ضلع فیصل آباد
۹ ربیع الآخر ۱۴۲۸ھ

بخدمت علامہ محمد کاشف اقبال مدنی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

بعد آداب ونیاز دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محبوبِ خدا کا صدقہ آپ کو علم وعرفان میں عروج بخشے اور مخلوقِ خدا آپ کے علم سے مستفیض ہوتی رہے۔ آمین!

ہمیں ایک مُنظّم گروہ کے ساتھ مجادلہ کی صورت پیش آ چکی ہے۔ ہمیں چیلنج کیا گیا ہے کہ اگر آپ اس مسئلہ میں سچے ہیں اور حق پر ہیں تو ہمارے سوالات کے تحریری جوابات پیش کریں اور اگر جوابات پیش نہیں کر سکتے تو پھر ہم جو حق بات کہتے ہیں اس کو تسلیم کر لیں۔

ہم نے اپنے مقامی علماء سے فرداً فرداً رابطہ کیا اور ان کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ مگر تحریری جوابات سے سب نے گریز کیا۔ اور بعض نے تو یہاں تک کہا کہ یہ اختلافی مسئلہ ہے اسے مت چھیڑو۔ مَیں نے جواباً عرض کیا کہ اختلاف اپنی جگہ ہے لیکن حق تو ایک ہی جانب ہوگا۔ اختلاف کی صورت میں دونوں فریق تو حق پر نہیں ہو سکتے۔ حق تو ایک کے ساتھ ہے۔ لہٰذا ہمیں حق کا راستہ تلاش کرنا چاہیے۔ ہمارے مقامی علماء نے ہمیں تذبذب میں ڈال دیا ہے یا تو ہم لکیر کے فقیر ہو چکے ہیں، اندھی تقلید کے قائل ہو چکے ہیں یا باطل قوتوں کو جواب دینے کی ہمارے پاس علمی استعداد نہ ہے یا پھر ہم ضد اور تعصب کا شکار ہو کر حق سے چشم پوشی کر رہے ہیں اور حق کو قبول کرنے کے جذبۂ ایمانی سے محروم ہو چکے ہیں۔ اِس صورتِ حال میں ہم ذیابٌ فی ثیابٍ کا نقشہ پیش کر رہے ہیں۔

آپ سے خدا و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر اپیل کرتا ہوں کہ خدارا ہماری راہنمائی فرما دیں۔ ہمیں اِن سوالات کے جوابات سے آگاہ فرما دیں۔ تاکہ ہمیں اطمینانِ قلب نصیب ہو۔ ہمیں تذبذب کی کیفیت سے نکال کر یقین کی منزل پر لائیے۔ خدانخواستہ اگر آپ نے

بھی خاموشی اختیار کی، حق کو چھپایا اور ہماری راہنمائی نہ فرمائی تو روزِ قیامت آپ جواب دہ ہوں گے۔ خدا کی بارگاہ میں کیا منہ دکھاؤ گے۔ علمائے ربانی کی یہ شان نہیں کہ وہ حق کو چھپائیں۔حق کو چھپانا توسب سے بڑا ظلم وتعدّی ہے۔

سوالنامہ اور واپسی لفافہ ارسالِ خدمت ہے۔

والسلام!

دعا گو:

حافظ فلک شیر
خطیب جامع مسجد فاروقِ اعظم
شاہین کالونی، سرگودھا

مخالفین کے سوالات

محض خدا و مصطفیٰ ﷺ کی رضا و خوشنودی، اہلِ اسلام کی راہنمائی وحق و ہدایت پر استقامت کیلئے اور قوانین وتعزیرات خداوندی سے بغاوت وخروج واندھی تقلید کے گمراہ کن اثرات سے بچانے اور حق و باطل میں امتیاز رکھنے کی خاطر تعصب وضد سے بالاتر ہوکر قرآن وسنت اور تاریخی حقائق کی روشنی میں مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات سے مستفید فرما کر عنداللہ ماجور ہوں:

1- فرمانِ خدا ہے: ایک مومن کو عمداً قتل کرنے والا دائمی جہنمی ہے۔ اس پر اللہ کا غضب و لعنت ہے اور اس کیلئے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔ تو جس نے خلیفۂ راشد سے بغاوت کر کے بے شمار صحابہ کا قتل عام کرایا وہ کس قدر اللہ کے غضب ولعنت کا مستحق ہوگا۔ وہ آپ کے علم واعتقاد میں جنتی ہے یا جہنمی؟

2- قرآن وسنت کی رو سے صحابی و باغی کی تعریف وجزا کیا ہے؟ کیا صحابی اور باغی کو ایک ہی زمرہ میں شمار کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

3- احادیث متواترہ کا ماننا مثل قرآن ضروری ہے۔ ایسی متواتر حدیث کے خلاف اعتقاد وعمل ہدایت ہے یا گمراہی؟

4- اجتہاد کی تعریف۔ اجتہاد کب روا ہے۔ اجتہاد بالقلم یا بالسیف ہے۔ وہ کیا شرائط ہیں جن کا مجتہد میں پایا جانا ضروری ہے جس سے وہ درجہ اجتہاد کو پہنچتا ہے اور مجتہد کو اپنی صریح خطا کا علم ویقین ہونے پر رجوع کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

5- نبی پاک ﷺ کو بالواسطہ یا بلاواسطہ گالیاں دینے والا، تنقیص وتوہین کرنے والا، بغض وعداوت رکھنے والا، نافرمانی کرنے والا مومن ہے یا منافق ومرتد؟

6- ایک خلیفہ راشد کی اطاعت فرض ہے۔فرض کا منکر و مخالف مومن ہے یا کافر؟

7- ایک صاحب ایمان تمام ارکان و فرائض اسلام و جمیع وضروریاتِ دین و ایمان پر پختہ یقین و ایمان رکھتا ہے۔ حضور خاتم النبیین ﷺ کے اہل بیت اطہار، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، اولیائے امت کا ادب و عشق رکھنے والا پیروکار ہے۔امیر عامہ معاویہ کو باغی جاننے سے کیا اس کا ایمان کامل نہیں؟ اگر آپ کے اعتقاد دایمان و علم میں تکمیل ایمان کا دارومدار معاویہ کے ماننے پر ہی ہے تو قرآن وسنت میں اس کے جواز میں کیا دلائل ہیں؟

8- ان اللہ حرم الجنة علی من ظلم اھل بیتی او قاتلھم او اعان علیھم او سبّھم۔

"بے شک اللہ نے حرام کردیا جنت کو اس شخص پر جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا یا ان سے جنگ کی یا ان سے جنگ کرنے میں اعانت و مدد کی یا ان کو گالی دی"۔

یہ سب کام معاویہ نے کیے۔اس حدیث کی رو سے معاویہ کے جہنمی ہونے میں قطعاً شک نہ رہا لیکن حواری ملاں اپنے مفروضوں کے بل بوتے پر معاویہ کو گھسیٹ کر جنت لے جانے کی کوشش میں کامیاب ہو سکے گا یا خود اس کے ساتھ جہنم کا ایندھن بنے گا؟

9- من عادیٰ لی ولیًّا فقد آذنتہٗ بالحرب "جس نے میرے ولی سے عداوت کی میرا اس سے اعلانِ جنگ ہے" تو جس نے عمر بھر امام الاولیاء سے جنگ وجدل کا سلسلہ جاری رکھا اور خطبہ جمعہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ سے محبت کرنے والوں پر لعن طعن کرتا اور کراتا رہا اس کے خلاف اللہ تعالیٰ کے اعلانِ جنگ کی شدت کا کیا عالم ہوگا ایسے شخص پر اللہ کا غضب ہے یا رحمت؟

10- "مومن ہی علی سے محبت کرے گا اور منافق ہی علی سے بغض رکھے گا"۔

معاویہ کا زندگی بھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ وجدل کرنا اور ان پر لعن طعن کرنا اور کرانا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی علامت ہے یا بغض کی؟ اس حدیث اور کردار معاویہ کی

روشنی میں معاویہ مومن ہے یا منافق؟

11- ملت اسلامیہ کے تمام اہلِ حق کا یزید کے لعنتی وجہنمی ہونے پر اجماع ہے۔ جبکہ یزید اول (امیر عامہ معاویہ) جو یزیدیت کا بانی اور اسے تقویت دینے والا انتشار ملت کو پروان چڑھا کر اتحاد ملت کو تباہ کرنے والا تحریف دین اور ملوکیت کی بناء قائم کرنے والا قاتل آل واصحاب باغی کا کردار یزید کے کرتوت سے بڑھ کر بدتر ایمان سوز اور دین کش ہے۔ بایں ہمہ ضدی و متعصب ملاں وصوفی یزید اول (معاویہ) کی حمایت پر مصر ہے۔ کیا یزید اول (معاویہ) اور یزید ثانی کے کردار و کرتوت میں مماثلت نہیں ہے؟

12- ولا تلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق و انتم تعلمون۔

"اور حق کو باطل کے ساتھ مت ملاؤ۔ اور تم حق کو چھپاتے ہو اور تم جانتے بھی ہو"۔

تو کیا ایک باغی دین وملت کو صحابہ میں ملانا اس آیت کا انکار اور صحابہ کی توہین نہیں؟ اور کیا قرآن کی ایک آیت کا انکار کفر نہیں؟

منجانب:

انجمن دفاع ناموس اصحاب مصطفیٰ، پاکستان

۷۸۶
۹۲

جوابات

مجی ومخلصی حافظ فلک شیر صاحب

سلام مسنون!

خیریت موجود خیریت نیک مطلوب

آمد برسر مطلب۔ کچھ دن قبل آپ کا خط ملا تھا۔ مگر بعض مصروفیات کی بناء پر آپ کے مکتوب کی طرف توجہ نہ ہو سکی۔ آپ نے اس میں واپسی لفافہ کا لکھا تھا۔ آپ کے خط کے لفافہ میں واپسی لفافہ نہ تھا۔ بہر حال اب چند معروضات حاضرِ خدمت ہیں ان کے جواب میں وصولی پر مطلع فرمائیں! تاکید ہے۔

1- آپ نے جس منظم گروہ کا ذکر کیا ہے اس کا نام اور اس کے ذمہ داران کے نام لکھنے سے کیوں گریز کیا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ اولاً ان کے نام سے ہمیں مطلع کیا جائے تاکہ پتہ چلے کہ یہ کون لوگ ہیں۔

2- آپ کس گروہ سے متعلق ہیں اور آپ کی بیعت وغیرہ کہاں ہے۔ سرگودھا میں فقیر دو دن قبل حاضر ہوا مگر آپ کا متعدد حضرات سے پوچھنے کے باوجود کیوں اتہ پتہ نہ چلا۔ آپ کے ہاں فقیر کے احباب میں مولانا محمد شاہد رضوی صاحب ہیں۔

3- آپ نے جن علماء سے رابطہ کیا ان کے نام تحریر کریں تاکہ فقیر کو علم ہو کون سے ایسے حضرات ہیں جو دین ومسلک کے نام کا کھا کر نمک حرامی کر رہے ہیں۔

4- اب آپ کے سوالات کے مختصر اجمالی جوابات لکھ رہا ہوں۔ آپ کے دوبارہ رابطہ

کرنے پر اس کی تفصیلی تردید بھی کر دوں گا۔ انشاء اللہ المولیٰ! جواب صرف اس لیے لکھ رہا ہوں تا کہ حق کے متلاشی حضرات تذبذب سے ہٹ کر یقین اور دین اسلام کی وابستگی میں ہی بقا تصور کریں۔ بنیادی طور پر یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ جس خبیث النفس نے مذکورہ سوالات تحریر کیے ہیں وہ صرف جاہل ہی نہیں اجہل ہے۔ وہ تو دین کے اصول اور بنیادی اصطلاحات سے ہی جاہل ہے نہ اسے اصول فقہ وحدیث کی ہوا لگی ہے نہ کچھ اور۔

امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی اور کاتب وحی ہیں جن کیلئے خود محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے رحمت فرمائی۔ اے اللہ معاویہ کو ہادی بنا، ہدایت یافتہ بنا اور ان کے ذریعہ سے دوسروں کو بھی ہدایت عطا فرما۔

اللّٰھم اجعله هاديا مهديا واهده و اهد به۔

(اختلاف الفاظ کے ساتھ یہ روایت دیکھئے: جامع ترمذی ۲/۲۲۴، مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۷۹، تاریخ کبیر للبخاری ۴/۲۴۰، ۳۲۷، تاریخ اسلام للذہبی ۲/۳۱۹، تطہیر الجنان صفحہ ۱۲-۱۱، المعجم الاوسط ۱/۳۸۰، حلیۃ الاولیاء ۸/۳۵۸، طبقات الکبریٰ لابن سعد ۷/۱۳۶، البدایہ والنہایہ ۸/۱۲۱، تاریخ بغداد ۱/۲۰۸، موارد الظمآن صفحہ ۵۶۶، اخبار اصفہان ۱/۱۸۰، الاصابہ ۲/۴۰۷، تہذیب الاسماء واللغات ۲/۳۰۷، اسد الغابہ ۴/۳۸۶، فضائل صحابہ الامام احمد ۲/۹۴)

حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امیر معاویہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے تھے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے معاویہ تیرے جسم کا کون سا حصہ میرے زیادہ قریب ہے۔ عرض کیا: میرا بطن۔ حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ اے اللہ اسے علم اور حلم سے بھر دے۔ (تاریخ کبیر ۴/۱۸۰، تاریخ اسلام للذہبی ۲/۳۱۹)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی:

اللھم علّم معاوية الكتاب والحساب وقه العذاب۔

"اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے بچا لے"۔

(فضائل صحابہ للامام احمد ۲/۹۴، صحیح ابن حبان ۱۰/۱۷۰، موارد الظمآن صفحہ ۵۶۶، تاریخ اسلام ۲/۳۱۸، کنز العمال ۷/۸۸، مجمع الزوائد ۹/۳۵۶، اصابہ ۱/۳۸۶، مسند امام احمد ۴/۱۲۷، الاستیعاب ۳/۳۸۱، کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/۳۴۵.

البدایہ والنہایہ ۸/۱۲۰، انساب الاشراف ۴/۱۰۷)

یہ بھی دعا فرمائی کہ اے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم عطا فرما اور اسے شہروں پر فتح عطا فرما اور عذاب سے بچالے۔ (شرح شفا ۳/۱۱۷، البدایہ والنہایہ ۸/۱۲۱، مجمع الزوائد ۹/۳۵۶)

مزید ارشاد فرمایا کہ میری اُمت میں سب سے حلیم اور جواد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں میرے راز کا محافظ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہے جس نے ان سے محبت کی اس نے نجات پائی جس نے ان سے بغض رکھا وہ ہلاک ہوا۔ (تطہیر الجنان صفحہ ۱۳)

مزید فرمایا: اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں۔

(تطہیر الجنان صفحہ ۱۳)

جبریل امین نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا: معاویہ رضی اللہ عنہ سے خیر خواہی کیجئے۔ کیونکہ وہ اللہ کی کتاب پر امین ہیں اور کیا ہی اچھے امین ہیں۔

(مجمع الزوائد ۹/۳۵٦، البدایہ والنہایہ ۸/۱۲۱، تطہیر الجنان صفحہ ۱۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلاؤ۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے معاملات ان پر پیش کرو اور ان کو اپنے معاملات پر گواہ بناؤ اس لیے کہ یہ قوی اور امین ہیں۔

(البدایہ والنہایہ ۸/۱۲۱)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے۔ تو ان کے کان میں قلم لگا ہوا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ قلم کیسا ہے۔ عرض کیا یہ اللہ اور اس کے رسول کیلئے تیار کیا ہے (کتابت کیلئے)۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تمہیں بہترین جزا دے۔ خدا کی قسم! میں نے تمہیں لکھنا صرف اسی لیے سکھایا کہ تو اللہ کی وحی لکھے۔ میں بھی کوئی کام وحی کے بغیر نہیں کرتا، اے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اگر تجھے خلافت کی قمیض پہنائی جائے تو کیا خیال ہے اور خلافت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی، لیکن اس میں پریشانیاں ہوں گی، تو ام المؤمنین

نے عرض کیا تو پھر ان کے لیے دعا فرمایئے آپ ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! معاویہ کو ہدایت عطا فرما۔ (پریشانیوں) بدخلقی سے دور رکھ دنیا و آخرت میں اس کی مغفرت فرما۔
(البدایہ والنہایہ ۱۴۰/۸)

لہٰذا اشتہار کے اندر مذکور سوالات کرنے والا قرآن و حدیث سے جاہل ہے اور معاند ہے۔ سوال نمبر ا میں آیت قرآنی کا مصداق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قرار دینے والا قرآن و حدیث پر بہتان لگاتا ہے۔ پوری اُمت مسلمہ خود سرورِ کائنات ﷺ، جلیل القدر صحابہ کرام، خود سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم تو اس آیتِ قرآنی کا مصداق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قرار نہیں دیتے۔ ہم پوچھتے ہیں ارے خبیث النفس تم یہ بتاؤ کہ اگر نعوذ باللہ اس آیت کا مصداق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی قرار دے کر اور ان سے صلح کر کے سیدنا امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا کیا یہ ظاہر کرتا ہے کہ ایک جہنمی سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے صلح کی۔ ایک جہنمی کی بیعت حضرات حسنین کریمین نے کی۔ نعوذ باللہ۔ تمہارے اس خبیث استدلال سے تو مولا علی اور امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم بھی محفوظ نہیں رہتے۔ اور پھر کیا کافر و جہنمی کیلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دعائیں کرتے رہے۔ نعوذ باللہ۔ حالانکہ اُمت اس پر متفق ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائے رحمت یقیناً مستجاب ہے۔ ان مقتولین کے قتل کے ذمہ دار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ قاتلین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آنا اجتہادی غلطی ہے اس کو ایمان و کفر کی لڑائی سمجھنا بے وقوفی اور جہالت ہے۔ خود سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کا فیصلہ فرمایا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اور میرا رب ایک نبی ایک اسلام کی دعوت ایک ہم ان سے اللہ پر ایمان اور نبی کی تصدیق میں کمی و زیادتی کا دعویٰ ہرگز نہیں کرتے نہ ہی وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ ہمارا اختلاف خون عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں ہے حالانکہ ہم اس سے بری ہیں۔ (نہج البلاغہ ۱۱۴/۲)

مزید ارشاد فرمایا کہ ان (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) کی طرف کفر کی نسبت نہ کرو اور ان کے

لیے کلمات خیر ہی ادا کرو اس لیے کہ ہم نے گمان کیا کہ انہوں نے ہمارے ساتھ بغاوت کی۔اور یہی خیال انہوں نے ہمارے بارے میں کیا۔(تاریخ ابن عساکر ۱/۳۴۹)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھیوں کے متعلق فرمایا کہ ان کی طرف شرک وکفر کی نسبت نہ کرو وہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے ساتھ بغاوت کی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۸/۷۰۷، سنن کبریٰ ۸/۱۷۲، قرطبی ۱۶/۳۲۴، یہی شیعہ کی قرب الاسناد صفحہ ۴۵ پر ہے)

مزید ارشاد فرمایا کہ ہم ایک دوسرے کی تکفیر نہیں کرتے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے کو حق پر گمان کرتے ہیں اور ہم اپنے کو۔(قرب الاسناد صفحہ ۴۵)

مزید یہ کہ حضرت علی امیر معاویہ رضی اللہ عنہما اور ان کے احباب کے لیے کفر کا اطلاق درست نہیں جانتے بلکہ ان کو پکا مومن قرار دیتے ہیں۔

(ابن عساکر ۱/۳۴۰، المنتقی للذہبی صفحہ ۲۴۵)

اب معترض خبیث کو سوچنا چاہیے کہ اس عام اعتراض کا ذمہ دار اسی کے خبیث استدلال کی روشنی میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بنتے ہیں۔اور پھر یہ کہ دونوں طرف کے مقتولین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنتی قرار دے دیا تھا۔(مجمع الزوائد ۵/۳۵۶)

اور پھر رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ کر دیا تھا کہ تم دونوں کی جنگ ہوگی۔بعد میں اللہ کی رضا و معافی تمہارے شامل حال ہوگی۔(تفسیر درمنثور ۱/۳۲۲، مرقاۃ ۷/۲۲۸)

اس لیے ثابت ہوگیا معترض کی جنگ خود رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔دوسرے سوال کے جواب میں معترض کو علم ہونا چاہیے صحابی اُس خوش نصیب کو کہتے ہیں جو ظاہری طور پر رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت ایمان پر زیارت کرے اور اس پر اس کا وصال ہو۔سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لے کر پوری اُمت مسلمہ کو مسلم ہے۔جو اس کا انکار کرتا ہے یہ اُس کی خباثت ہے۔دوسرا یہ کہ باغی صرف کافر کو نہیں کہتے بلکہ صرف زیادتی کرنے والے کو بھی باغی کہتے ہیں اور باغی کا ایک معنی طلب کرنے والا ہے اس اعتبار سے سیدنا امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ باغی قصاص ہیں۔اور یہ امر ان کی صحابیت کے ہرگز منافی نہیں۔معترض نہ صرف قرآن و حدیث سے جاہل ہے بلکہ لغت سے بھی اجہل ہے۔اس کو چاہیے کہ وہ کسی صحیح العقیدہ سُنی عالم دین سے علم حاصل کرے پھر بات کرے۔بے تکی ہانکتے جانے سے کیا ثابت ہوگا؟

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ متواتر حدیث کون سی ایسی ہے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت کے منافی ہے پہلے تم متواتر حدیث کی تعریف کرو پھر اس کے بعد اپنی مُستدل روایت کو پیش کرو پھر اس کا جواب لو۔

چوتھے سوال کے جواب میں گزارش ہے جس کے مجتہد ہونے کو صحابہ کرام کی تائید و تصدیق حاصل ہے۔مثلاً سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ایک مسئلہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اصاب انه فقیه۔ (بخاری ا/۵۳۱،مشکوٰۃ صفحہ۱۱۲)

دوسری روایت میں ہے فرمایا کہ اصاب ای بنی لیس احد منا اعلم من معاویه۔
(سنن کبریٰ بیہقی ۳/۲۶)

جن کے مجتہد ہونے کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تائید حاصل ہے امام ذہبی کہتے ہیں کہ اس کی شہادت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دی ہے۔(المنتقیٰ صفحہ ۳۸۸)

اب تم اپنی پچریں لگاؤ،تو معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا نام لے کر تم خباثت پھیلا رہے ہو، اجتہاد مسائل شرعی مستنبط کرنے کا نام ہی ہے اور جو دلائلِ شرعیہ سے اظہار استنباط اسے مجتہد کہتے ہیں ان چکروں میں لوگوں کو ڈال کر متذبذب کیوں کرتے ہو۔سیدھی بات کیوں نہیں کرتے جن کا اجتہاد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مسلم ہے اس پر اعتراض کرتے ہوئے شرم کرو۔

پانچویں سوال کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ لعنة الله علی الکاذبین۔سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کب بالواسطہ یا بلاواسطہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دی ہیں تمہاری شر پر خدا کی لعنت برس رہی ہے جو اتنے بڑے بہتان لگا رہے ہو اور وہ بھی ایک صحابی پر۔

چھٹے سوال کے جواب میں ہم کہتے ہیں ارے خبیث تمہیں تو اس بات کا بھی علم نہیں کہ

فرض کی کتنی اقسام ہیں۔خلیفہ راشد کی اطاعت کون سا فرض ہے۔تم اتنے جاہل ہو اور اعتراض کرتے ہو ایک صحابی رسول پر اور پھر تمہارے اس فتویٰ کفر سے تو حضرت علی اور امام حسن، امام حسین رضی اللہ عنہم بھی نہیں بچتے۔ بتاؤ پھر انہوں نے امیر معاویہ سے صلح کیوں کی بیعت کیوں کی اور تمہارے بقول کافر کو مسلمان مان کر اس سے صلح کر کے بیعت کر کے یہ حضرات کس کھاتے میں گئے۔ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اور امام حسن رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے ان کی اطاعت کرنا اور تم جیسے خبیث کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا کیا امام حسن رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ راشد سے بغاوت نہیں ہے۔تم بے حیائی کے اس درجہ کو پہنچ چکے ہو کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے بکواس بھرے دعووں سے معاف نہ کیا۔

ساتویں سوال کا جواب یہ ہے کہ ہزار دفعہ کوئی آدمی ضروریات دینی کا اقرار کرے اگر ایک بھی ضروریاتِ دین میں سے انکار کرے گا وہ تو کافر ہے ایک قطعی کفر کے ہوتے ہوئے دوسرے اعتقادیات یا اعمال کو نہیں دیکھا جاتا۔اسی لیے جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کا بےادب گستاخ ہے وہ خبیث ہے قرآن مجید تو کلاوعد اللہ الحسنیٰ تمام صحابہ کو نوید سنائے مگر خبیث معترض اس میں فلاں فلاں کی تخصیص و استثناء کرے تو کیا اس پر تازہ وحی نازل ہوئی ہے۔نعوذ باللہ اور پھر احادیث مبارکہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعا فرمانا ان کے فضائل بیان کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر اہل بیت اور ان سے لے کر تمام امت مسلمہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت کو تسلیم کرنا کافی نہیں ہے؟ جو ان کی شان میں بکواس کرے اس نے ان قرآن وسنت کے نصوص کو ٹھکرایا ہے یا نہیں؟ ایسے خبیث کو ہم یقیناً خبیث ہی جانتے ہیں جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گستاخ ہے۔

آٹھویں سوال کے جواب میں عرض یہ ہے کہ معترض خبیث کا اپنے گمان میں علم زیادہ ہے اور امام حسن، امام حسین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کا علم کم ہے کیا یہ روایت ان کے علم میں نہ تھی اور وہ جہنمی سے صلح و بیعت کرتے بقول معترض ملعون خبیث جہنمی ہو گئے۔نعوذ باللہ،

ارے خبیث دیکھ تیرے بے غیرتی کے فتوے سے حضرت علی، امام حسن وحسین رضی اللہ عنہم جہنمی ہو گئے۔ نعوذ باللہ۔ کروڑوں لعنتیں ہوں تیرے اس گندے عقیدہ پر اور یہ بھی بتایا تمام صحابہ کرام، تابعین، اولیاء، محدثین رضی اللہ عنہم بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت مان کر بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مدح وتعریف کر کے ان کے لیے دعا نہیں کر کے کہاں پہنچے۔ نعوذ باللہ۔

دسویں سوال کے جواب میں ہم کہتے ہیں سیدنا امیر معاویہ کا حضرت علی کو گالی گلوچ اور لعن طعن بکواس اور جھوٹ فراڈ ہے اس لیے کہ یہ روایات جھوٹی اور کذاب راویوں کی ہیں لہٰذا احادیث کے مقابلہ میں ان تاریخی روایات کی کیا حیثیت ہے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ومنقبت کے قائل تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنے والے کو ہزاروں کے اعتبار سے انعام دیتے تھے۔ ان کے فضائل میں بہت سے بیان کرتے تھے۔ اس کی تصریح خود شیعہ کی کتاب میں بھی موجود ہے۔ معترض کے طلب کرنے پر ہم پیش کر دیں گے ہم صرف اتنا پوچھنے کی بات کرتے ہیں من عادی لی ولیا اور منافق علی سے محبت نہ کرے وغیرہ ایسی جتنی روایات تھیں کیا یہ حضرت علی، امام حسن، امام حسین رضی اللہ عنہ کے علم میں نہ تھیں کیا انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی کہہ کر ان سے صلح کر کے امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے ان احادیث کی مخالفت کی۔ تیرا برا ہو اے معترض خبیث کہ تیرے ناپاک فتووں سے اہلِ بیت ہی نہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں بچتے۔

گیارہویں سوال کے جواب میں معترض خبیث اس قدر جاہل ہی نہیں اجہل ہے کہ اس کو اجماع کی تعریف بھی نہیں آتی۔ جس کو چاہا اجماع کہہ دیا جس کو چاہا جہنمی بنا دیا۔ نعوذ باللہ۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید پلید سے کیا مناسبت ہے اور ان میں تو زمین آسمان کا فرق ہے اس فرق کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے عمل سے بھی تائید حاصل ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی انہوں نے بیعت کر لی مگر یزید سے بیعت کرنے کو گوارا نہ کیا۔ اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ اس سے بڑھ کر کیا فرق ہوگا، یزید کو امیر معاویہ سے مماثلت بتلانا امام حسین رضی اللہ عنہ کی توہین قبیح ہے

اور پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو وصیت کی تھی کہ تم امام حسین رضی اللہ عنہ کے آلِ رسول ہونے کا ادب کرنا بیٹا یاد رکھنا، حسین رضی اللہ عنہ کا باپ تمہارے باپ حسین رضی اللہ عنہ کے نانا تیرے نانا سے ان کی والدہ تیری ماں سے کہیں بہتر ہے۔ (مقتل ابی مخف صفحہ ۸)

اور پھر اس کے بعد دعا کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے اس کی اہل بیت کے پیشِ نظر اس کو ولی عہد کہا ہے (یہ صحیح ہو) تو میری خواہش پوری فرمادے اور اگر ایسا نہیں تو اس یزید کو ولی عہدی میں ناکام بنادے اور اس کی تکمیل نہ فرما۔ (البدایہ والنہایہ ۸/۸۰)

ایک روایت میں موت کی بھی دعا ہے کہ اگر ایسا نہ ہو تو اس کو جلدی موت دے دے۔ (نبراس صفحہ ۵۴۱)

اس سے بڑھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلوص اور للّٰہیت کیا ہوسکتی ہے اور پھر یہ مردود معترض خبیث سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت و خلافت کے بارے میں بکواس کر رہا ہے حالانکہ اس کی یہ بکواس جو ہے اس کی زد سے امام حسن و حسینؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی محفوظ نہیں رہتے۔ خبیث معترض دیکھ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو بُرا مت جانو، اور اگر تم نے ان کو گم پایا تو حنظل کی طرح لوگوں کے سر اُن کے جسموں سے اُڑتے نظر آئیں گے۔ (البدایہ والنہایہ ۸/۱۳۱)

بارہویں سوال کے جواب میں ہم کہتے ہیں سیدنا علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں جلیل القدر ہیں اگر یہ تمہیں اس آیت کے منافی نظر آتا ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی ماننا تمہیں آیت قرآن کا انکار نظر آتا ہے تو بتلاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریفیں کی ان کے لیے دعائیں کیں صحابہ کرم ان کی مدح و تعریف کے قائل تھے ان کو مجتہد مانتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کو اپنا بھائی قرار دیتے۔ ان کے بارے کوئی بے ادبی کا لفظ برداشت نہ کرتے تھے۔ ان سے صلح فرمائی۔ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے بیعت کی۔ بتلاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قرآن کا انکار کیا۔ صحابہ نے بھی قرآن کا انکار کیا۔ حضرت علی اور امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم نے بھی قرآن کا انکار کیا۔ نعوذ باللہ۔ ارے خبیث! جہنمی ملعون تیرے

اس بے غیرتی کے فتوے سے تو اللہ کے حبیب ﷺ اہل بیت وصحابہ تابعین محدثین اولیاء سب کافر ہو گئے۔ تمہاری شر پر خدا کی لعنتیں ہوں اس پر پوری اُمت متفق ہے۔ امام بخاری سے پوچھا گیا تو فرمایا: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی پر طعن کی جرأت وہی کرے گا، جو بدباطن ہے۔ (البدایہ والنہایہ ۸/۱۳۹)

امام خفاجی امام مالک کا مذہب بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں جو خلفائے راشدین اور امیر معاویہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی بھی تکفیر کرے اس کو قتل کیا جائے گا۔ اس کی کوئی تاویل سننے کے لائق نہیں ہے اس لیے کہ اس خبیث کے اس قول (ملعون) سے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب لازم آتی ہے۔ (نسیم الریاض ۴/۵۶۵)

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ عبدالحق محدث دہلوی امام غزالی سیدنا غوث اعظم الغرض تمامی محدثین اولیاء عظمت صحابہ کرام بشمول امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہی قائل ہیں ان سب کے نزدیک صحابہ کرام کی دشمنی بدبختی ہے، خباثت ہے۔

سیدنا مجدد برحق امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ امام خفاجی سے ناقل ہیں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں میں سے کتا ہے۔ (احکام شریعت صفحہ ۱۳۲)

سیدنا امام احمد رضا نے چھے رسائل عظمتِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تحریر فرمائے۔

نتیجۂ کلام

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی اور جلیل القدر صحابی رسول ہیں۔ خود سرورِ کائنات ﷺ نے ان کیلئے دعائے رحمت متعدد بار فرمائی۔ تمام صحابہ کرام ان کی مدح و تعریف کے قائل تھے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے ان کی بیعت فرمائی۔ پوری اُمت مسلمہ کے محدثین اولیاء مشائخ کا بھی یہی عقیدہ ہے لہٰذا جو خبیث اس کے خلاف بکواس کرتا ہے وہ ان سب کا مخالف ہے۔ اہل سنت کا موقف یہی ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین اختلاف میں حق حضرت علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔مگر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطاء کی بناء پر ان کو ملعون کہنا ہرگز جائز نہیں ہے۔وہ خطاء اجتہادی کے باوجود ماجور ہیں۔بحکم حدیث کہ مجتہد کو خطاء کے باوجود ایک اجر ملتا ہے۔سیدنا امام احمد رضا نے کیا خوب فرمایا:

اہل سنت کا بیڑہ پار ہے اصحابِ حضور

نجم ہے اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

محولہ اشتہار جنہوں نے بھی شائع کیا ہے وہ یقیناً خبیث اور بد باطن لوگ ہیں۔عوام الناس کو اس سے بچنا لازم وواجب ہے اور دیگر لوگوں کو بھی اس فتنے سے باخبر کرنا ضروری ہے۔مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے ہماری ان معروضات کو قبول فرمائے اور مذہب حق اہل سنت و جماعت پر استقامت اور اسی پر موت عطا فرمائے۔آمین!(واللہ تعالیٰ اعلم)

فقیر نے احقاق حق اور ابطالِ باطل کے جذبہ کے تحت اختصار کے ساتھ سوالات کے جوابات لکھ دیے ہیں۔میرے خیال میں اس کو کافی وشافی تصور فرمائیں گے۔اگر مزید ضرورت ہوئی تو اس پر تفصیل سے بھی لکھا جائے گا۔دوسری صورت میں فقیر سے بالمشافہ ملاقات میں اپنی تسلی کریں۔فقیر حاضر ہے۔

والسلام!

محمد کاشف اقبال مدنی

سرپرست انجمن فکر رضا پاکستان

نائب صدر انجمن فدایانِ مصطفیٰ ضلع شیخوپورہ

مدرس جامعہ غوثیہ رضویہ مظہر اسلام سمندری فیصل آباد

0300-4128993